

تفاسیر القرآن فی مفہد القرآن
اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں
لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔
تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ۲۹۱ آیت ۲۵

امثال القرآن و مہات القرآن

جس میں قرآن حکیم کی وہ مثالیں اور تشبیہیں جو لوگوں کے سمجھانے کے لئے
جواب جا کلام الہی میں بیان کی گئی ہیں۔ مختلف مقامات سے چُن کر اور
مضامین کے لحاظ سے عنوان قائم کر کے مع ترجمہ اور تفسیری نوٹوں
کے یک ما مع کی گئی ہیں تاکہ براہِ دماغ اس سے فائدہ اٹھا کر
نصیحت حاصل کریں۔

مرتبہ
پیرزادہ شمس الدین
مؤلف

۱۹۵۶ء کی پندرہ کے فصلات اور مسائل ہمد کے نشانات ۱۱۱ قرآن کی آیتیں اور کام کی باتیں۔
۱۱۱ قرآن و حدیث الرسول اور حدیث الکی رہا ختم نبوت رہا تعزیرات قرآن وغیرہ
۱۱۱ ایک ایک ہزار جنوری ۱۹۵۶ء قیمت فی جلد ایک روپیہ

DATA ENTERED

۲۹۷۹۱۶۳

۵۶۹

تذکرہ عقیدت

چونکہ ہندوستان میں سب سے پہلے عیسائیوں کے باطل عقاید کی تردید کرنے والے اور نہ صرف حضرت مسیحؑ کا باپ بلکہ ان کی وفات بھی ثابت کرنے والے سرسید احمد خاں مرحوم و مغفور تھے لہذا یہ کتاب ان کے نام نامی پر منسوب کرتا ہوں۔
علاوہ ازیں سرسید احمد خاں نے انگریزی زبان کے متعلق ایک ایسی تحریک چلائی جس کی بدولت قوم حکمرانی کے درجہ تک پہنچ گئی اور میرزا غلام احمد قادیانی نے مسیحیت کی ایک ایسی تحریک جاری کی جس سے مسلمانوں میں فرقہ بندی -
گفربازی اور دشمنی اور زیادہ بڑھ گئی۔ اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ کس کی تحریک نے قوم کو فائدہ پہنچایا۔

پیرزادہ شمس الدین
شمس منزل

مصری شاہ - لاہور

فہرست مضامین امثال القرآن و تشبیہات القرآن

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	حق کی مخالفت میں خرچ کرنے	۱۳		پیش لفظ قرآنی مضامین مطالب	
۳۲	دالوں کے لئے سخت سردیوں کی مثال	✓ ۱۴	۴	معانی امثال اور تشبیہات پر غور کرنا	۴
۳۳	کوئی کی مثال	✓ ۱۵	۵	امثال القرآن حصہ اول	۵
۳۵	چرندوں اور پرندوں کی مثال	✓ ۱۶	۵	مؤمنوں کے ایمان کے مثال	۵
۳۶	نیکی اور بدی کے اجر کی مثالیں	✓ ۱۷	۹	آگ جلانے والے کی مثال	۹
	آیات اللہ کو جھٹلانے والوں	✓ ۱۸	۱۱	بارش کی مثال	۱۱
۳۸	کے لئے کتنے کی مثال	✓ ۱۹	۱۳	پتھر کی مثال	۱۳
	آیات اللہ کو جھٹلانے والوں	✓ ۱۸	۱۴	براعی کی مثال	۱۴
۴۰	کی بڑی مثال	✓ ۲۰	۱۶	اللہ کی راہ میں دکھا اٹھا کر حیت	۱۶
۴۲	باطل محبوں کی مثال	✓ ۲۱	۱۷	میں جانے والوں کی مثال	۱۷
۴۳	دنیا کی زندگی کی پہلی مثال	✓ ۲۲	۱۹	اگر ہوا ہوتی لیتی پر گزرتے والے کی مثال	۱۹
۴۵	دنیا کی زندگی کی دوسری مثال	✓ ۲۳	۲۱	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں	۲۱
۴۶	تیسری مثال	✓ ۲۴	۲۲	کے لئے ایک دانہ کی مثال	۲۲
	کافر اور مومن کے لئے اندھے	✓ ۲۵	۲۳	نام دمنود کی عرض سے خرچ کرنے	۲۳
	پہرے اور دیکھنے والے	✓ ۲۶	۲۴	دالوں کے لئے چٹان کی مثال	۲۴
۴۸	سننے والے کی مثال	✓ ۲۷	۲۵	عمدہ پھل دینے والے باغ کی مثال	۲۵
۵۰	حق اور باطل کی مثال	✓ ۲۸	۲۶	جلے ہوئے باغ کی مثال	۲۶
۵۱	جنت کی مثال	✓ ۲۹	۲۷	حضرت عیسیٰ کے لئے حضرت آدم کی مثال	۲۷

۸۶	ابن مریم کی مثال	۴۳	۵۲	پاکیزہ درخت کی مثال	۲۶
	قرآن کریم پر عمل کرنے اور نہ	۴۴	۵۵	گندے درخت کی مثال	۲۷
۸۸	کرنے والوں کی مثالیں			آخرت پر ایمان نہ لانے والوں	۲۸
۹۰	صحابہ کرامؓ کی مثالیں	۴۵	۵۶	کی بھری مثال	
	دینا نفاقین کے لئے شیطان کی	۴۶	۶۱	غلام اور آزاد کی مثال	۲۹
۹۱	مثال		۶۳	گونسے اور بولتے والے کی مثال	۳۰
	توڑیت پر عمل نہ کرنے والوں	۴۷	۶۵	آسودہ حال لہتی کی مثال	۳۱
۹۲	کے لئے گدھے کی مثال			رسول اللہؐ کے لئے کافروں کی	۳۲
	حضرت نوحؑ اور حضرت یونسؑ کی	۴۸	۶۶	مثالیں -	
۹۳	بیویوں کی مثال		۶۷	کافر اور مومن کی مثال	۳۳
	فرعون کی عورت اور حضرت مریم	۴۹	۷۰	رسول اللہؐ کی لہرتی کی مثال	۳۴
۹۵	کی مثال			باطل معبودوں کی کمزوری کے	۳۵
	دوزخ کے انیس واردوں کی	۵۰	۷۳	لئے نکھٹی کی مثال	
۱۰۱	مثال		۷۵	اللہ کے نور کی مثال	۳۶
حصہ دوم تشبیہات القرآن				مشرکین کی کمزوری کے لئے ہڈی	۳۷
				کی مثال	۷۸
	یہودیوں کے دلوں کی سختی کو پتھر	(۱)	۷۹	غلام اور آقا کی مثال	۳۸
۱۰۳	سے تشبیہ دینا		۸۱	گاہوں کے بستے والوں کی مثال	۳۹
	تفرقہ کرنے والوں کی طرح نہ	۲	۸۲	اللہ کے لئے کافروں کی مثالیں	۴۰
۱۰۶	ہو جاتا -		۸۳	مشرک اور مومنین کی مثال	۴۱
۱۰۸	کافروں کی طرح بڑوں کے الفاظ	۳	۸۴	کافروں کے لئے سزا کی مثالیں	۴۲

۱۲۳	نہ ہو جانا۔		۴	اللہ کی رضا کی پیروی کرنے والے کا
	اللہ کے سوائے لیکانے والوں کو اس	۱۲		اللہ کے غضب میں آنے والے
	شخص سے جو اپنے ہاتھوں کو پانی کی		۱۱۰	کی طرح نہ ہونا۔
۱۲۴	طرت بھیلانا ہے تشبیہ دینا		۵	مومنوں کا اللہ کی آیات کا انکار
	باطل معبودوں کا کچھ بھی اللہ کی مخلوق	۱۳		اور ان پر ستھی کرنے والوں کی
۱۲۵	جیسا پیدا نہ کر سکتا۔			صحبت میں بیٹھنے سے روکے جانا
	کلام اللہ کو سچا ٹھہرانے والے کا	۱۴	۱۱۲	
۱۲۸	اندھے کی طرح نہ ہونا۔		۶	حضرت علیؑ کا مردہ کے مشابہ
۱۳۰	کافروں کے اعمال کو راکھ سے تشبیہ دینا	۱۵	۱۱۳	ہو جانا
	پیدا کرنے والے خالق کا پیدا نہ کرنے	۱۶		توحید کی سیدھی راہ چھوڑنے والے
۱۳۱	والی کی طرح نہ ہونا			والے کا بھٹکنے والے مشرک کی
	سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے والی کی	۱۷	۱۱۴	طرح ہو جانا
۱۳۳	طرح نہ ہو جانا۔		۸	روشنی کے ساتھ چلنے والے کا
	اللہ کا شریک ٹھہرانے والے کو آسمان	۱۸		اندھیرے میں رہتے والے کی
۱۳۴	سے گرنے والے کے ساتھ تشبیہ دینا		۱۱۷	طرح نہ ہونا۔
	موجودہ کافروں کا پہننے کافروں کی	۱۹		عقل سے کام نہ لینے والوں کو
۱۳۵	طرح کہنا۔		۱۱۹	بیواؤں سے تشبیہ دینا
	کافروں کے اعمال کو چمکتی ریت سے	۲۰		مومنوں کا ان کی طرح جو کہتے ہیں
۱۳۸	تشبیہ دینا۔			کہ ہم نے سنا مگر قبول نہیں کرتے
	کافروں کے اعمال کو کندے کے اندھیرے	۲۱	۱۲۲	نہ ہو جانا
۱۳۹	سے تشبیہ دینا۔			مومنوں کا اترانے والوں کی طرح

۲۲	جنت کا وعدہ پالنے والے کا عذاب	۳۴	سخت دل والے لوگوں کی طرح
۲۳	پانے والے کی طرح نہ ہونا	۳۵	نہ ہو جانا
۲۴	مومن کا ناسق کی طرح نہ ہونا	۳۶	اللہ کو بھول جانے والوں کی
۲۵	حضرت موسیٰ کو ایذا دینے والوں کی	۳۷	طرح نہ ہو جانا
۲۶	طرح نہ ہو جانا۔	۳۸	اللہ کی راہ میں صف باندھ کر
۲۷	جنتی عورتوں کی آنکھوں کو آنکھوں	۳۹	تجگ کرتے والوں کو مضبوط
۲۸	سے تشبیہ دینا	۴۰	دیوار سے تشبیہ دینا۔
۲۹	اللہ کی ذات اور صفات جیسا	۴۱	مومنوں کا حضرت عیسیٰ کے حواریوں
۳۰	کسی کا نہ ہونا۔	۴۲	کی طرح دین کے مددگار بن جانا۔
۳۱	جہازوں کو پھاروں سے تشبیہ دینا	۴۳	مچھلی والے کی طرح نہ ہو جانا
۳۲	کا فرسوں کو حیوانوں سے تشبیہ دینا	۴۴	آسمان کا تھپتھپ کی طرح اور پہاڑوں
۳۳	قرآنی احکام پر چلنے والے کا اپنی	۴۵	کا اون کی طرح ہو جانا
۳۴	خواہشات کی پیروی کرنے والے	۴۶	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
۳۵	کی طرح نہ ہونا۔	۴۷	موسیٰ سے تشبیہ دینا۔
۳۶	منافقوں کا اس شخص سے جس پر	۴۸	نصیحت سے منہ پھرنے والوں کو
۳۷	موت کی پہنوشی ہو تشبیہ دیا جانا	۴۹	پد کے ہوئے گدھے سے تشبیہ دینا
۳۸	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں	۵۰	لوگوں کا بگڑے ہوئے پر والوں کی طرح ہو جانا
۳۹	کا تخیل کرنے والوں کی طرح نہ ہونا	۵۱	مسلمانوں کا پہلے حکمرانوں کی طرح
۴۰	غلمانوں کو موتیوں سے تشبیہ دینا	۵۲	حکمران بنایا جانا۔
۴۱	جنت کی حوریں کو موتیوں سے تشبیہ دینا	۵۳	شکی کے اتنے درجہ کے کاموں کا بلند درجہ
۴۲	اور مولیٰ سے تشبیہ دینا	۵۴	کے کاموں کے برابر نہ ہونا

پیش لفظ

۱۔ پاکستان - ہندوستان - سیلون - برہما - ملایا - چین - عمان - مصر
 انڈونیشیا - جنوبی - مشرقی اور مغربی افریقہ - زنجبار - مارشلس - بکھ مغلہ
 و مدینہ منورہ اور دیگر مختلف ممالک کی سینتیس سالہ سیر و سیاحت کے
 بعد خاکسار اس نتیجہ پہنچا ہے کہ عموماً اہل اسلام قرآن مجید کو پانچ سو
 پر کھوتے ہیں۔ ایک تو ثواب کی خاطر تلاوت کرنے کے لئے دوسرے
 مذہبی بحث و مباحثہ کرنے کے لئے تیسرے قریب المرگ کی جانگنی
 کے وقت سورہ یا سین پڑھنے کے لئے چوتھے بروز "قل" فوت شدہ
 لوگوں کو تلاوت کا ثواب پہنچانے کے لئے۔ پانچویں حال نکالنے کے لئے
 صاف ظاہر ہے کہ بہادران اسلام قرآنی مضامین - مطالب اور معانی
 پر کوئی غور نہیں کرتے اور نہ گذشتہ قوموں کی تباہی کے اسباب سے کوئی
 نصیحت پلتے ہیں۔ اور نہ یہود اور نصاریٰ کے ان حالات سے
 جو کلام الہی میں جگہ بہ جگہ مذکورہ ہیں کوئی عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اور نہ
 قرآنی مثالوں کی طرف کوئی چنداں توجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ مثالوں سے سمجھانے کا

طریقہ نہایت قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ پچھلے پچھلے عرصہ میں بائبل اور قرآن پاک میں بھی
 بہت سی باتیں مثالوں سے بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ دقیق سے دقیق مضامین حاصل
 ہو جائیں اور لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ چونکہ یہ مثالیں اور تشبیہیں قرآن کریم کی مختلف
 سورتوں کے مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ جو عام طور پر مسلمانوں کی نظروں
 سے نہیں گزرتیں لہذا وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس مشکل کو مد نظر رکھتے
 ہوئے ناکارہ نہ ایک مشیر سی کو مشفق کر کے کلام ربانی کی تمام مثالوں اور تشبیہوں
 کو مع ترجمہ اور تفسیر ہی لوگوں کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے تاکہ اہل اسلام نہ صرف
 ان کو آسانی سے سمجھ سکیں بلکہ اس آیت "وَلَقَدْ لَيَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
 لِقَوْلٍ مِنْ مِّمَّا كُنْتُمْ لَكُمْ" اور لہذا تم نے قرآن کو نصیحت کرنے
 آسان کیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے" (۵۴ آیت ۳۶) پر
 عمل کرتے ہوئے ان سے نصیحت حاصل کریں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَلَيَسِّرْنَا
 الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ ابرہیم ۱۴" اور اللہ
 لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرنا سہل ہے۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں" (۱۴-۲۵)
 اور مگر افسوس اکثر لوگ ان مثالوں کا انکار ہی کرتے ہیں اور بہت سے چھوٹے
 لوگ جہالت کی وجہ سے نہ تو ان مثالوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ ان سے کوئی فائدہ
 اٹھا سکتے ہیں۔ سو اسکے ان لوگوں کے جو علم رکھتے ہوئے ان پر غور اور فکر کرتے ہیں۔
 جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ "وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا

الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ زَقَاتِي أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كَعُورًا دَرَبِي إِسْرَائِيلَ -

۱۰۴ اور یقیناً ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں کو سوائے انکار کے کچھ منظور نہیں“ (۱۰۴ - ۱۰۵) وَلَقَدْ حَصَرْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ

جَعَدًا لَانَ (تکفوت ع ۸۷) اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بار بار بیان کر دی ہیں۔ اور انسان بہت ہی جھگڑا لو ہے۔

۱۰۵ (۱۰۴ - ۱۰۵) وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَظَرٍ لِيُنظَرُ إِلَيْهَا وَاللَّيْسَ وَمَا يَتَّقَاهُمْ إِلَّا الْعَالَمِينَ (العنکبوت ع ۴۲) اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں سوا علم والوں کے اور کوئی نہیں سمجھتا (۲۹ - ۳۳)

۱۰۶ (۳۱) ہر اور ان اسلام اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ ہم قرآن مجید تلاوت کرنے سے کبھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ قرآنی آیات پر غور اور تدبیر کرنے سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیات ربانی پر بہرے اور اندھے ہو کر گرنا ایک مومن کی شان کے شایاں نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِفُّوا عَلَيْهَا صَمًا وَعُمًا نَاهٍ وَالَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ إِلَى اللَّهِ عَنِ الْقُرْآنِ (۱۰۴) اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے (۲۵ - ۲۶) بلاشبہ کلام اللہ کی تعلیم پر غور و فکر کرنا اور اس کی اشاعت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ صرف مذہبی پیشوا ہی تبلیغ کریں اور دوسرے مسلمان تبلیغ جیسے اہم فریضہ سے محروم رہیں۔ جبکہ جناب رسالت اکابر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تبلیغ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث ثابت ہوتا ہے عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَكَلِمَاتُ بَخَارِي كِتَابِ الْأَنْبِيَاءِ حَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میری طرف سے پہنچاؤ گو ایک ہی آیت ہو یہ دین کی تبلیغ کا ایک تاکیدی حکم ہے اگر مسلمانوں کا اس پر عمل ہو تو اسلام دونوں میں دنیا کے کناروں تک پہنچ جائے۔ علاوہ ازیں اللہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ هَذَا يَلْعَنُ النَّاسُ وَيُنذَرُونَ بِهِ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا هَوْرَاءٌ وَاحِدَةٌ وَكَيْدًا كَرًّا لَوْلَا الْإِبْرَاهِيمُ (ابراہیم ع) یہ لوگوں کو کھول کہ پہنچا دینا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے اور تاکہ خالص عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ (۱۲ - ۵۲)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم کو دنیا میں پھیلا یا جائے۔

شمس الدین

مصری شاہ لاہور

مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۷ء

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَاصِرِيكَ لِيُنذِرَ لِقَوْمٍ يُفَكَّرُونَ (الحشر ۳۴)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکد کریں (۵۹ آیت ۲۱)

حصہ اول

آمِثَالُ الْقُرْآنِ

۱۱، مومنوں کے ایمان کی مثال

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا
أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا أَنهْمُ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ
لَا يَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۴) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ
جس طرح لوگ ایمان لائے کہتے ہیں کیا ہم مان ہیں جس طرح یہود تو نے
مان لیا یقیناً یہ خود ہی بے وقوف ہیں۔ لیکن نہیں جانتے (۲-۱۳)

جب جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالت
کے عہدے پر مبعوث ہو کر اہل عرب کو یہ تبلیغ کرنی شروع کی کہ باطل
معبودوں کو چھوڑ دو کیونکہ وہ اس قابل نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے
بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی جو تمام مخلوقات کا خالق اور رازق ہے قابل

پرستش ہے۔ لہذا اُسے اپنا معبود بنا لو اور محمد کو اللہ کا رسول تسلیم کر لو گویا لا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے ماتحت لوگوں سے خدا کی عبادت کرنے
 اور اپنی رسالت کی قبولیت کا اقرار لینا شروع کیا تو اُس وقت عرب میں تین گروہ
 پیدا ہو گئے۔ پہلا گروہ - مومنین کا جو علی نبیہ ایشیہ ایمان کا اظہار کرتے تھے جیسا
 کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا
 وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَآلِ
 هَارُونَ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن
 رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ
 (البقرہ ع ۱۲۹) "مسلمانو! تم کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس پر جو ہماری طرف
 اتارا گیا اور اُس پر جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد
 کی طرف اتارا گیا اور اُس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اُس پر جو نبیوں
 کو اپنے رب کی طرف سے دیا گیا ہم اُن میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے
 اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔" (آیت ۱۳۶) اب جو شخص ایسے صاف اور
 جامع مذہب پر ایمان نہ لائے تو وہ صریح حق کا دشمن ہے کیونکہ اُس مذہب
 کو مان لینا جو دنیا بھر کے انبیاء علیہ السلام کو نہ صرف راستی ہی قرار دیتا
 ہے بلکہ اُن پر ایمان لانا بھی ضروری ٹھہراتا ہے۔ عین امتضائے عقل اور
 انصاف ہے۔ اور انصاف سے کام نہ لینا صریحاً ظلم ہے۔

(دوسرا گروہ منافقوں کا جو زبان سے تو ایمان کا اقرار کر لیتے مگر دل سے نہیں مانتے تھے، کیونکہ مصارع دینوی کو اپنے ایمان پر ترجیح دیتے تھے) گویا مصالحت وقت کو بدلہ نظر رکھتے ہوئے ایسی سے کام لیتے تھے اور جب کبھی انہیں یہ کہا جاتا تھا کہ ایمانداروں کی طرح سچے ایماندار کیوں نہیں بن جاسکتے تو وہ فوراً یہ جواب دیتے کہ تم تو بیوقوف ہوئے۔ جو مصالحت وقت کو بدلہ نظر نہیں رکھتے۔ کیا ہم بھی تمہاری طرح احمق بن جائیں اور ہمیشہ دورخی چالوں سے کام لیتے۔ چنانچہ تذبذب اور پریشانی کی حالت میں یہ کہہ کبھی تو ایمانداروں سے مل جاتے اور کبھی کافروں سے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

وَرَادَ الْقَوَائِدِ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَرَاذًا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ
قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَكْثَرُونَ ۝ (البقرہ ۲۴۷) اور

جیسا کہ انہیں ملتے ہیں جو ایمان لائے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جیسا کہ اپنے شیطانوں کے ساتھ کیلے ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں (ان سے) ہم صرف ہنسی کہتے ہیں۔ (۲۱-۱۲)

حقیقتاً منافقان خود ہی بیوقوف ہوتے ہیں کیونکہ عقل سلیم سے کام نہ لینا اور دنیاوی مال، دولت، عزت، جاہ و جلال کی خاطر اپنے ایمان کا علانیہ اظہار نہ کرنا ہی حماقت ہے چونکہ ایسے لوگ ایمان کی قدر و منزلت کو سمجھ نہیں سکتے اس لئے ان کے سامنے مومنوں کے ایمان کی مثال پیش کر کے

یہ ہدایت کی گئی کہ اُن جیسا ایمان لاؤ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ قیامت
 اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنُتُمْ بِهٖ فَقَدْ اٰهْتَدَوْا سَبِيْلًا ۗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
 هُمْ فِي شِقَاقِ ۗ فَسَيَكْفِيْكُمْ اِلٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
 (البقرہ ع ۱۷) پس اگر وہ ایمان لائیں اس کی مثل جو تم ایمان لائے تو یقیناً انہوں
 کے ہدایت پائی اور اگر وہ پھر جائیں تو وہ صرف مخالفت پر ہیں۔ پس اللہ ہی
 اُن کے مقابلے میں تیرے لئے کافی ہے اور وہ سنتے والا جاننے والا ہے
 پس اگر وہ کافروں کا جو اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کا کھلم کھلا انکار کرتے تھے اور صرف
 اپنی خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور اپنے داعی توئے اور قوت دلائل سے کوئی کام
 نہ لیتے تھے اور یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ جو شخص کسی اعضاء کو استعمال
 نہ کرے تو اس کی قوت زائل ہو جاتی ہے گویا وہ عضو بے کار ہو جاتا ہے یہ آیات اس
 پر گواہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَا نذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ
 تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ وَّ عَلَى سَمْعِهِمْ
 وَ عَلَى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوًا ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (البقرہ ع ۱۷)
 "یقیناً جنہوں نے انکار کیا رہا تک کہ اُن کے لئے برابر ہے کہ تو اُن کو ڈرائے
 یا نہ ڈرائے وہ نہیں مانتے۔ اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر
 مہر کر دی اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے
 (آیت ۱۷) اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاٰهَةَ هُوَ وَاٰخِلٰهُ

اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَرَحْمَتِهِ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ
عِشْقًا كَأَنَّ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ط أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

المجاہد (۳۷) تو کیا تو نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بتایا اور

اللہ نے اسے (اپنے) علم کی بنا پر گمراہ ٹھہرایا اور اس کے کان اور اس کے

دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پس اللہ کے بعد کون اسے

ہدایت دے سکتا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (۲۵ - ۲۳) (۳۷) تمہارا

أَعْيَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْيَادُهُمْ

مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْعَلُونَ بَايَاتِ اللَّهِ وَحَاقِقِ بِهِمْ مَا كَانُوا

بِهِ يَسْتَكْبِرُونَ (الاحقاف ع ۳) سو نہ ان کے کان اور نہ ان کی

آنکھیں اور نہ ان کے دل کسی کام آئے جب کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار

کرتے تھے اور انہیں اس نے آیا جس پر وہ ہنسی کرتے تھے۔ (۲۶ - ۲۷)

اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ ایمان ایسا پختہ اور کامل

ہونا چاہئے جو کافروں اور منافقوں کے لئے ایک نیک نمونہ کا کام دے سکے

کیونکہ محض زبان سے ایمان کا اقرار کر لینا چنداں فائدہ نہیں دیتا تا وقتیکہ اسے

عملی حالت میں نہ لایا جائے یا اعمال سے اس کا ثبوت نہ دیا جائے۔

(۲) آگ جلائے والے کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ

ذَهَبَ إِلَى اللَّهِ يَتُوبُ عَلَيْهِمْ رَغِيمًا ۗ تَتَلَوْنَهَا وَهُمْ فِي حَقِّهَا يَذْهَبُونَ ۝
 بِكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالْبَقْرَةَ ۗ "ان کی مثال اس شخص کی مثال
 کی طرح ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس آگ کے چوکھڑے سے گر دتھا روشن
 کر دیا اللہ ان کے نور کو لے گیا اور ان کو اندھیرے میں چھوڑ دیا وہ کچھ نہیں سمجھتے۔
 بہرے۔ گیسٹے اندھیرے میں سو رہے ہیں اور آیت ۱۸ آگ جلائے جانے
 کی مثال جناب رسالہ میں آپ حضرت محمد مصطفیٰ کی ہے جو اس زمانہ میں
 موجود ہیں جو لوگ کفر و شرک، بدکاری، تہمتوں، کفر و فریب
 چوری اور سینہ زوری غرضیکہ ہر قسم کے جرائم اور عصیان میں مستغرق تھے
 جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبُيُوتِ الْبُيُوتِ
 بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (الروم ۵۷) شوخی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا اس سے جو
 لوگوں کے ہاتھوں نے کیا یا نہ کیا کہ انہیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انہوں
 نے کیا۔ شاید نہ رجوع کریں۔ (آیت ۱۴) جیسا رسول اللہ نے کفر اور
 شرک کی آلائشوں کو جلا کر لوگوں کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیا تو منافقوں
 اور کافروں نے اس روشنی سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ انہوں نے اس
 حالت میں کہ جس سے انسان سوچتا سمجھتا اور دلائل سے کام لیتا ہے ذرا
 کر دیا اور یہ اللہ کا قانون ہے کہ جس اعضا سے کوئی کام نہ لیا جائے وہ نکمہ

ہو جاتے ہیں۔ گویا اللہ اس کی طاقت سلب کر لیتا ہے۔ اللہ ان کے نور کو سلب
 کیا کہ یہی معنی ہیں کہ جب ان کی قوت دلائل یعنی اندر کا نور جاتا رہتا ہے تو پھر
 وہ اندھیرے میں رہ گئے اور رسول اللہ کی روشنی بھی ان کے لئے کچھ فائدہ مند
 نہ ہوئی۔ اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ جو شخص تمہارے فائدے کی
 بات کہے اسے سنو اور اپنے خدا داد قوسے سے کام لو اور وقتی اسباب
 سے فائدہ اٹھاؤ۔ کیونکہ جو لوگ وقتاً پر کام نہیں کرتے وہ کبھی بھی اسباب
 نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ایمان بھی بغیر نیک کام کے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

(۳) بارش کی مثال

أَذْكَبَ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ
 يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ
 وَاللَّهُ يَخِيطُ بِالْكَافِرِينَ هَٰذَا الَّذِي يَخْفَىٰ أَبْصَارَهُمْ
 كَمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْوَاهُ نَارٍ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوسٌ
 وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ لَٰنَ اللَّهُ سَمِيعٌ
 عَلِيمٌ قَدْ آتَيْنَاهُ الْبَقْرَةَ ع ۙ يَا جِبِيَّةَ بَارِشَ رَجُومًا بَدَلًا
 اس میں اندھیرا اور کڑک اور بجلی ہے۔ ہوائی کواڑوں سے اپنی انگلیاں
 موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں دیتے ہیں۔ اور اللہ کا فروں کو گھیر سکتا
 ہوتے ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی نظر کو اچکھائے جائے۔ جب کبھی

وہ اُن کو روشنی دیتی ہے اس میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب اُن پر اندھیرا
 کہتی ہے ٹھہر جاتے ہیں اور اگر اللہ جانتا تو ضرور اُن کی شنوائی اور اُن
 کی بینائی کو لے جاتا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے (آیت ۲۰:۱۹)

اس آیت میں اسلام کو بارش سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے بارش میں اندھیرا
 بجلی اور کڑک ہوتی ہے اسی طرح اسلام پر قائم رہنے کے لئے منافقین کی
 ایذا رسانی کا سہنا۔ ارکان اسلام کا ادا کرنا۔ اور جنگوں میں حصہ لینا بھی ضروری
 ہے۔ چونکہ منافقین کے لئے یہ بہت مشکل کام تھے اس لئے وہ تذبذب
 کی حالت میں رہ کر دوشی چالوں سے کام لیتے اگر کوئی کامیابی دیکھتے تو کچھ قدم
 آگے اُٹھتے اور اگر کافروں کی تکالیف اور جنگ کی مشکلات نظر آتیں تو
 پھر خوف زدہ ہو جاتے۔ اگر اہل اسلام سے کوئی فائدہ ہوتا تو اُن کی ہاں
 میں ہاں ملا دیتے۔ اور اگر کفار سے کسی نفع کی توقع ہوتی تو اُن سے مل جاتے
 بہر حال اپنا مطلب نکلانے کی فکر میں رہتے۔ مسجد میں دکھاوے کی
 نمازیں بھی پڑھ لیتے اور کافروں سے مل کر عزت کے خواہاں بھی رہتے۔ غرضیکہ
 منافقین اپنے آپ کو ذیل کی آیات کا مصداق بنا لیتے۔ **بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ
 بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ
 مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ طَأْبُغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ
 لِلَّهِ جَمِيعًا** (النساء ۲۰:۶) منافقوں کو خبر دے دے کہ اُن کے لئے دردناک

عذاب ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے
 ہاں عزت چاہتے ہیں۔ تو عزت سب اللہ کے لئے ہی ہے (۴-۱۳۹) رَاتِ
 الْمُنِيفِيْنَ يُخَدِّعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ
 قَامُوْا كَسَالٰى يَرۡءَوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ
 مَّا بَدَا يٰۤاٰیۡتُۙ بَيِّنٰتٍۭ ذٰلِكَ ۙ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ (النّٰع ۱۳۹)
 منافق اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ ان کو دھوکا بازی کی سزا دے گا۔ اور
 جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں کابل سے کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے
 ہیں۔ اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم درمیان میں پریشان ہیں نہ اُدھر کے
 نہ اُدھر کے (نّٰع ۴-۱۳۹) اس مثال سے لوگوں کو ایک تو یہ سمجھایا
 گیا ہے کہ اگر انسان کو دینی کام کے لئے کسی قسم کی تکلیف کا اٹھانا بھی پڑ
 جائے تو اسے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ بغیر تکلیف اٹھائے کوئی کام نہیں
 ہو سکتا دوسرے یہ سکھلایا گیا ہے کہ انسان کو منافق نہیں ہونا چاہئے کہ دل
 میں تو کچھ عقیدہ رکھے مگر لوگوں کو کچھ اور ہی بتلائے جو صرفاً دھوکا دہی کے
 قیسے یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان جس مذہب کو ملنے حتیٰ الوسع اس کے اس کام
 پر کار بند ہے ورنہ مذہب کا ماننا بے کار ہو جاتا ہے

۴۴، پھر کی مثال

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَعِيْذُ اَنْ يُّخْزِيَۤا بَشَرًا مِّثْلًا ۗ مَا بَعُوْا نَفْسَهُمْۭ بِاَنْفُسِهِمْۭ

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَا ذَا آتَانَا اللَّهُ بِهَذَا آمَنَّا بِهِ كَثِيرًا وَتَهْدِي إِلَىٰ كَثِيرٍ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ (البقرہ ۳)

یقیناً اللہ اس بات سے شرم نہیں کرتا کہ کوئی نئی مثال بیان کرے پھر کی یا اس سے بڑھ کر۔ سو جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے سچ ہے اور جو نہیں نے انکار کیا وہ کہتے ہیں اللہ نے اس مثال سے کیا پاپا وہ بہیروں کو اس سے گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہیروں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ اس سے سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا (۲-۲۶)

چونکہ منافقین نہ صرف اسلامی مفاد کے خلاف بلکہ خفیہ طور پر منصوبہ سازی

سے کام لے کر دین اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے ورپے رہتے تھے۔ چنانچہ اسی

غرض کے لئے مسجد ضرار بنائی گئی تھی یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا

مَسْجِدًا كَفَرًا أَقْرَبُوا إِلَيْهَا أُولَٰئِكَ مَنَافِقُ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالرَّسُلَ الَّذِينَ

عَادَتِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ مِمَّن قَبْلُ ط وَكَيْفَ تُخَفُّونَ إِن آتَاكُمُ الْكُفْرُ

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (التوبة ۱۳) اور کچھ وہ ہیں جنہوں

نے مسجد ضرار اور مسجونوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد بنائی اور اس شخص

کے لئے گھانٹا ہے نہ پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کی۔ اللہ

وہ یقیناً تمہیں کہائیں گے کہ ہمارا ارادہ سوائے جہاد کے کچھ نہ تھا۔ اور اللہ کو ایسی

دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں (۹-۱۰) جھوٹ بولنا صریحاً منافق کا نشان ہے
اس لئے منافقوں کو پھر کی مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ یہ ایک کمزور سا پتنگ بھی جیب
کسی کو کاٹنے کے لئے جاتا ہے تو پتنگ بھی بچیں کی آواز نکال کر کاٹتا ہے گویا پہلے
اعلان کر دیتا ہے اور پھر حملہ کرتا ہے۔ اور تم انسان ہو مگر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے
کے لئے خفیہ منصوبے باز دھتے ہو گویا تم میں پھر جتنی بھی جرات نہیں کہ تکلیف
دینے سے پہلے کوئی اعلان کر سکو پتنگ مسافقین بار آستین ہونے کی وجہ سے
اتنے خطرناک ہوتے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کے ساتھ جنگوں میں
شامل ہو جاتے تھے۔ لہذا کافروں اور منافقوں کے ساتھ یکساں طور پر جہاد کرنا روا
رکھا گیا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا جَاهِدُوا الْكُفَّارَ
وَالْمُنَافِقِينَ وَأَخِطُوا عَلَيْهِم بِالْجَنَاحِ وَالرَّيْسُ الْمَكِيدُ**
اور اللہ کے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان سے نرم قلبیہ میں
شہت اختیار کر اور ان کا ٹھکانا ووزخ ہے۔ اور وہ ہم کی جگہ ہے (۹-۱۰)
بلاشبہ تمام مخلوقات اللہ کی ہے جس کی چاہے وہ مثال سے۔ ایک ایسا انداز
کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اسے اللہ کی طرف سے سچا سمجھتا
ہے۔ مگر کافر اس مثال کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتا خواہ مشکل مضمون کو بھی
مثال سے کر آسان کر دیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دینی معاملات میں عقلی
دلائل سے کوئی کام نہیں لیتا بلکہ خدا داد قیاس کی ایسی طاقت کو استعمال نہ کرنے

کی وجہ سے زائل کر دیتا ہے اور دین سے بے پروا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے اور
 فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے۔ [اس مثال سے لوگوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان
 خفیہ منصوبہ سازی سے کوئی کام نہ لے بلکہ دلیری اور جرأت سے کام لے کیونکہ
 بغیر آگاہ کئے کسی پر حملہ کرنا نہایت بزدلی کا نشان ہے۔ بقول کسے
 پشہ سے سیکھ شیوہ مردانگی کہ وہ جب قصد خوں کو آئے تو پہلے پکارے

۱۵۔ راعی کی مثال

وَمَثَلُ الْإِنْسَانِ كَثِيرٌ مِّمَّا كُنْتُمْ تُكْفَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِمِثْلِ مَا كُنْتُمْ تُكْفَرُونَ لَأُولَٰئِكَ مِثْلُ قَوْلِكُمْ ۚ وَإِنَّكُمْ لَأَعْمٰٓءٌ

قَوْلِكُمْ ۚ وَإِنَّكُمْ لَأَعْمٰٓءٌ مِّمَّا كُنْتُمْ تُكْفَرُونَ ۚ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِمِثْلِ مَا كُنْتُمْ تُكْفَرُونَ لَأُولَٰئِكَ مِثْلُ قَوْلِكُمْ ۚ وَإِنَّكُمْ لَأَعْمٰٓءٌ

کافر ہونے کے ایک مثل کی مثال کی طرح ہے کہ وہ اُسے آواز دے رہا ہے جو بچہ پیکار

اور آواز کے کچھ نہیں سنتا۔ بہرے۔ گونگے اندھے ہیں۔ سو وہ عقل سے کام نہیں

لیتے (۲-۱۶) جب پیغام الہی جو ہدایتوں نصیحتوں اور عقل کی باتوں سے بھرا

ہوتا ہے لوگوں کو پہنچایا جاتا ہے تو اکثر لوگ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔

ایسے لوگوں کو کافر ٹھہرا کر حیوانوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور پیغمبر اسلام کو راعی

سے حقیقتاً انسان اور حیوان میں تاہ الامتیاز عقل ہے۔ جو لوگ انسان کہلا

کر بھی دین کے متعلق اپنے سینے سمجھنے اور دیکھنے والے قوی سے کوئی کام

نہیں لیتے وہ حیوانوں کے حکم میں ہی ہیں۔ اس لئے آخر پر انہیں بہرے۔

گونگے اور اندھے کہا گیا۔ اس مثال سے لوگوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کو

نصیحت کرنے والے کی بات کو توجہ سے سنا چاہئے اور غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔
 اور اس کی نصیحت آمیز اور مفید باتوں کو اختیار کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اسی میں انسان
 کی بہتری ہوتی ہے۔ بلاشبہ نصیحت سے فائدہ نہ اٹھاتا بد نصیحتی کا نشان ہے۔

(۱۶) اللہ کی راہ میں دکھ اٹھا کر جنت میں جا سنے والوں کی مثال
 اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِي تَخَلَّوْا
 مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلُّوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللّٰهُ ط الْاِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ

(البقرہ ع ۲۶) کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تمہیں
 ان لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں انکو سختی اور
 دکھ پہنچے اور خوب ہلائے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے
 ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی۔ سنو اللہ
 کی نصرت قریب ہے۔ (۲ آیت ۲۱۴)

بلاشبہ جنت کا حاصل کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے
 ایمانداروں کو بڑے مصائب اور دکھوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اور بڑی تکالیف
 اور مشکلات میں گذرنا پڑتا ہے۔ اور بڑی آزمائشوں اور سختیوں کا صبر سے مقابلہ
 کرنا پڑتا ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
 الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمِ الصّٰدِقِيْنَ
 ر آل عمران ع ۱۴۰

کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا بخیر جہا ذکر کرتے ہیں۔ اور رتا کہ وہ صبر کرنے والوں کو جانے رہا ہے

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَتْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۚ
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ ر العنکبوت ع ۱۱

کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے۔ کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈلے جائیں

اور یقیناً ہم نے انہیں مصائب میں ڈالا جو ان سے پہلے تھے۔ پس ضرور اللہ انہیں

معلوم کرے گا۔ جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر لیا ہے ۲۵، ۲۶

حقیقتاً مسلمانوں نے بھی اسی وقت اللہ کی نصرت یعنی کامیابی کا منہ دیکھا

جب تمام مصیبتوں، دکھوں اور تکلیفوں کا صبر سے مقابلہ کیا۔ یہ آیت

اس پر گواہ ہے جس میں ایمانداروں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنْتُمْ رُجُلًا يَلْعَبُونَ بِنِجَارٍ أَلْتَمْتُمْ ۚ
وَقَدْ وَقَعْنَا فِي بَيْنَكُمْ الرِّجَالَ فَكُنْتُمْ عَلَى كُرُوعٍ ۚ
وَمَا تَتَذَكَّرُونَ ۚ وَإِذْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ
فَقُلْنَا لِلَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ رُجُلٌ مُجْتَمِعُونَ ۚ فَكُنْتُمْ عَلَى كُرُوعٍ ۚ
وَمَا تَتَذَكَّرُونَ ۚ وَإِذْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ

اَسْفَلٍ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ۚ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ

وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ ر الاحزاب ع ۱۲

ہو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر شکر چڑھ آئے سو تم نے ان پر بجا کو
اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اللہ سے جو تم کرتے ہو دیکھتا
ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آئے۔ اور جب آنکھوں
میں اندھیرا آگیا۔ اور دل، دہشت سے گویا، گلوں تک پہنچ گئے۔ اور تم اللہ
پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے۔ اور سخت مصائب
میں ڈلے گئے۔ (۳۳-۹) اس مثال سے ایمانداروں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ
دین کی خاطر اللہ کی بڑا ہوں دکھ اٹھائے بغیر حیرت نہیں مل سکتی۔

۱۰) بڑی بھاری بستی پر گزرنے والے کی مثال

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ رَشْرِيَّةٍ وَهُوَ حَارِدِيَّةٌ عَلَىٰ عَصْرٍ وَشِمَاجٍ قَالِ اتَىٰ بِحِي
هَذَا يَا اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِي هَاجَ فَاَمَاتَهُ اللَّهُ يَا تَهَ هَاجِمٌ تَمَّ بَعَثَهُ ط
قَالَ كَمْ لَيْثٌ ط قَالَ لَيْثٌ يَرْمَا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ ط قَالَ بَلْ لَيْثٌ مِائَةٌ
هَاجِمٌ فَانظُرِ إِلَىٰ طَعَاوِيكَ وَشَرَّ اِيَّاكَ لَمْ يَتَسَنَّجْ وَانظُرِ إِلَىٰ حِمَارِكَ
وَيَجْعَلُكَ اِيَةً لِلنَّاسِ وَانظُرِ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ تَنْشُرُهَا ثُمَّ تَلْمِزُهَا
لِحِمَا ط فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اِلَهًا عَلِيٌّ كَلِيٌّ قَدِيٌّ يَوْمٌ

یا اس کی مثال پر غور نہیں کیا، جو ایک بستی پر گزرا اور وہ ویران تھی۔ اس کی
عمارتن گری ہوئی تھیں۔ اس نے کہا اللہ سے اس کی موت کے بعد کب زندہ
کرے گا۔ سو اللہ نے اسے ایک سو سال موت کی حالت میں رکھا پھر اسے اٹھایا

کہا تو کتنا ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کوئی حصہ ٹھہرا ہوں کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا پس تو اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ وہ نہیں سٹرا اور اپنے گدھے کو دیکھ اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں اور ہڈیوں کو بھی دیکھ ہم انہیں کیونکر اٹھاتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت پڑھاتے ہیں۔ پس جب اس کے لئے بات نکل گئی تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۵۹) جب یہودیوں پر ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے تباہی آئی اور وہ محکوم ہو گئے۔ اور ان کا شہر بیت المقدس بھی برباد ہو گیا۔ تب خرقی ایل نے اللہ سے التماس کی کہ کتنے عرصہ کے بعد پھر یہ شہر آباد ہو گا۔ اور بنی اسرائیل قوم محکومی سے آزاد ہوگی تو اُسے روایاں دکھایا گیا کہ سو سال کے بعد یہیران بستی پھر آباد ہوگی اور اس مردہ قوم میں زندگی کی روح پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مقدس بائبل کی یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔

خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ جس دن میں تمہاری تمہاری ساری بدکاریوں سے صاف کروں گا۔ اسی دن تم کو تمہارے شہروں میں بساڈل گا اور تمہارے ویران مکان بنائے جائیں گے ۵ اور وہ ویران زمین جو سارے راہ گذروں کی نظروں میں ویران پڑی تھی جوتی جلے گی ۵ اور وہ کہیں گے کہ یہ سرزمین جو خراب پڑی تھی باغ عدن کی مانند ہوگئی اور اُجاڑ اور ویران اور خراب شہر محصور اور آباد ہوئے ۵ تب غیر قومیں جو تمہارے آس پاس باقی رہی

ہیں جائیں گی کہ میں خداوند اُجاڑے مکانوں کو تعمیر کرتا ہوں اور ویرانہ کو باغ بناتا ہوں۔ مجھ خداوند نے کہا ہے اور میں ہی کروں گا۔ خرقی ایل ۱۶ باب ۲۶ (۲۶)

اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ سو سال تو ٹھہرا ہے۔ تو یہ اس حقیقت کے اظہار کے لئے تھا۔ کہ اصل غرض تم کو یہ سو سال کی موت کا رویا دکھانے کی یہی ہے کہ تمہاری قوم پر یہ موت سو سال تک رہے گی۔ سو چونکہ تم اپنی قوم کے قائم مقام ہو اس لئے حالت لبث یا حالت موت فی الحقیقت سو سال ہی ہے۔ ہاں تم کو یہ نقشہ ایک رویا میں دکھایا ہے۔ سو دیکھ لو تمہارا کھانا پینا سب اسی طرح موجود ہے اور تمہارا گدھا بھی اسی طرح زندہ موجود ہے۔ قرآن کریم نے کہیں نہیں فرمایا کہ گدھا مردہ تھا اس میں یہ اشارہ تھا۔ کہ جس طرح تمہارے کھانے پینے کے سامان اور تمہاری سواری کا سامان اصلی موجود ہے۔ اسی طرح پر تمہاری قوم پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے گی۔ تفسیر مولانا محمد علی مرحوم)

اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مردہ قوموں کو بھی ان کے صلاحیت والے اعمال کی رو سے زندہ کر سکتا ہے۔ اور انہیں حکمران بنا سکتا۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِمَّنْ بَعْدَ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ (الانبیاء ع ۷) اور یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا۔ کہ زمین

کے وارث میرے لائق بندے ہوں گے (۲۱-۱۰۵)

بلاشبہ یہ صلاحیت کسی قوم میں اسی وقت آتی ہے جب وہ اپنی کمزوریوں پر کرداروں اور غلط طریقوں کی اصلاح کرے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَلَّغُوا بِرَحْمَتِي لَعَلَّكُمْ تَافَهُوْنَ
 "یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو (بہتر) نہ کر لیں۔ (۱۱-۱۳) اللہ کا یہی قانون ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔

۱۸) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کیلئے ایک دانہ کی مثال

مَثَلُ الَّذِي يَنْفِقُ مِنْ اَمْوَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ط وَاللّٰهُ يَضْعَفُ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ ع ۳) "ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایک دانہ کی مثال ہے جو سات بالیں اُگائے ہر ایک بال میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گنا کر کے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔ (۲-آیت ۲۶۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس بیج کے بونے سے مشابہت دی گئی ہے جس کے ذریعے ایک دانہ سے سات سو دانے بنتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ خدا کا خزانہ لامحدود اور بے حساب ہے۔ کئی گنا زیادہ دینے سے بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور وہ دینے والوں

لے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (دھلی)؛

کی نیتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ عبادہ انہیں خدا کی راہ میں دینے سے
 کسی قسم کے دکھ۔ درد اور برائیوں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے
 اِنَّ نَبِيَّ وَاَلصَّادِقَاتِ فَنِعْمَتًا هِيَ ۚ وَاِنَّ تَخْفَوْنَ عَلَيْهَا لَتَكُنَّ لَكُمْ
 الْفَقْرَ اَوْ قَوْمًا خَيْرٌ لِّكُمْ ۗ وَكَيْفَ عَسَلَكُمْ مِنْ سَبَابِ تَسْكُمُ
 وَاللَّهُ يَمَّا لَعَدُوْنَ خَيْرٌ ۗ (البقرہ ۷۳) اگر تم خیرات کھنے کی طور
 پر دو تو کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم اُسے چھپاؤ اور محتاجوں کو دو
 تو وہ تمہارے لئے اچھا ہے اور وہ بعض برائیاں تم سے دور کرے گا۔
 اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبر داسے (۲۶۱-۲۷۱) اس مثال سے
 لوگوں کو اللہ کی راہ میں نیک کاموں پر خرچ کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔
 ۱۹) نام و نمود کی غرض سے خرچ کرنے والوں کیلئے چٹان کی مثال
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى
 كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْرَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَمَرَكَةٌ
 صَلْدًا ۗ أَلَا يَعْلَىٰ رِثْنًا عَلَيَّ شَيْءٌ مِّمَّا كَسَبْتُ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۗ (البقرہ ۲۷۵) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی
 خیرات کو احسان جتا کر اور ستا کر باطل نہ کرو۔ اُس شخص کی طرح
 جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ اور

آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔ سو اس کی مثال اُس صاف پٹان کی سی ہے جس پر مٹی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسے اور اُسے بالکل صاف کر کے چھوڑ دے۔ اس میں سے کچھ بھی نہ پاسکیں گے۔ جو کما یا تھا اللہ کا فر لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا (آیت ۲۶۴)

خیرات کرنے کے بعد احسان جتانے اور ستانے والوں اور دکھانے کے لئے مزید کرنے والوں کو ایسی پٹان سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر مٹی ہو اور زور سے مینہ برسے پر وہ بالکل صاف ہو جائے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ ایسے لوگوں کو اُن کی خیرات کا کوئی ثواب نہیں ملتا گویا ایسی خیرات مٹی کی طرح بہہ جاتی ہے۔ اور برکت کا موجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسے شخصوں کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگ خوش ہو کر انہیں اچھا کہیں اور اُن کے احسان مند رہیں۔ اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو خیرات اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتے ہوئے اور اللہ کی رضا مندی کے طالب نہ ہوتے ہوئے بانٹی جائے تو وہ اللہ کے برکات اور انعامات کا موجب نہیں ہو سکتی۔ البتہ جو خیرات اللہ کی رضا مندی کے لئے دی جائے وہی بارکت ہوتی ہے

(۱۰) عمدہ پھل دینے والے باغ کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَتَعَاطَىٰ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَ
تَشْيِئًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ أُبْرِيؤُا بِهَا وَابِلًا عَن قَائِمٍ

أَكْلِيهَا ضِعْفَيْنِ نَجَاتٍ لَّمْ يُصِيبْهَا وَابِلٌ وَقَطْلٌ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ ع ۳۶) اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے
مالوں کو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے آپ کو مضبوط رکھنے کے لئے
خرچ کرتے ہیں۔ اس باغ کی مثال کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کی زمین پر ہو پھر اس
پر زود کا مینہ پڑے تو وہ اپنا پھل دو چند دے۔ اور اگر اس پر زود کا مینہ نہ
پڑے تو ہلکا مینہ ہی (کافی ہے) اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے (۲۶۵-۲۶۶)
یہ مثال ان لوگوں کے لئے دی گئی ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اپنی
قوم کو مضبوط بنانے کے لئے بھی قوم کی بہبودی پر خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ قوم سرسبز
ہو کر پھلے اور پھولے۔ صاف ظاہر ہے کہ رفاہ عام کے کاموں میں بھی خرچ کرنا قوم کی
بہبودی اور بہتری کا باعث ہے۔ بشرطیکہ نیت اور موقع و محل درست
ہو۔ کیونکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کس غرض کے ماتحت روپیہ خرچ کیا گیا ہے
اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو خیرات اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے
اور اپنے رشتہ داروں یا اپنی قوم کو مضبوط بنانے کے لئے دی جائے گی،
وہ اللہ کے انعامات، انفضال اور اکرام کے حاصل کرنے کا باعث ہوگی۔

(۱۱) اگلے ہوئے باغ کی مثال

أَيُّودٌ أَحَدَكُمُ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصْلَابُهُ

الْكِبْرِيَّةَ ذُرِّيَّتَهُمْ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ

كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۶۷﴾

”کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں

کا ہو اس کے نیچے نخلیں بھی ہوں۔ اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل

ہوں اور اسے بڑھا پونے آلیا ہو۔ اور اس کی اولاد چھوٹی چھوٹی ہو

پھر اسے ایک بگڑا پنچے جس میں آگ ہو پس وہ جل جائے۔ اس طرح

اللہ تمہارے لئے باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر کرو (۲۶۷-۲۶۸)

ان لوگوں کو جو خوشحالی میں بھی اپنے مالوں کو صحیح موقع اور محل پر اور

کار خیر میں خرچ نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں۔ بلکہ نفسانی

خواہشوں پر خرچ کر کے نام و نمود پر مرتے ہیں۔ اور بعد ازاں خالی ہاتھ

ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنا بھی مشکل

ہو جاتا ہے اس باغ سے مثال دی گئی ہے جو عمارت پھل لاتا ہو مگر آگ سے

جل جائے۔ گو یا فضول خرچی ایک آگ ہے جس سے گھر تباہ ہو جاتے ہیں

اس مثال سے یہ سمجھا گیا ہے کہ انسان آسودگی کی حالت میں بھی حسب

توفیق اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور کتابت شعاری سے کام لیتا

ہے تاکہ وہ بڑھا پونے کی حالت میں بھی کسی قسم کی مالی تکلیف نہ اٹھائے

کیونکہ بڑھا پونے کی حالت میں مالی تکلیف کا اٹھانا گویا اپنے آپ کو زندہ درگور کرنا ہے

۱۲۱) حضرت عیسیٰ کے لئے حضرت آدم کی مثال

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ لَمَخْلُوقَةٍ مِّنْ عَرۡصَةِ آدَمَ
لَمَّا كَانَ لَدُنَّكَ نَبۡوۡتًا ۚ وَرَأَىٰ عَمْرَانُ ع ۙ «سب سے شک عیسیٰ کی مثال اللہ

کے نزدیک آدم کی مثال کی نسبت ہے۔ لیسے مٹی سے پیدا کیا پھر لیسے کہا جو چاہا

پس وہ ہو جاتا ہے اور آیت ہے

اس آیت میں حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم کی مثال قرار دیا گیا ہے کہ

جیسے حضرت آدم مٹی سے پیدا کئے گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی وہ

صرف یہی بلکہ تمام انسان مٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ

ہے۔ وَ مِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ لُّؤۡلُكًا ۙ اِنَّكُمْ لَبَشَرٌ

تَنْشِئُوۡنَ ۙ وَ اِنَّكُمْ لَرِجَالٌ مِّنْ عَرۡصَةِ آدَمَ ۙ اِنَّكُمْ لَبَشَرٌ

مٹی سے پیدا کیا پھر دیکھو تم انسان بن کر بھیل جاتے ہو اور وہ

بلاشبہ نشان یہی ہے کہ جس طرح مٹی کے اجزا کا خلاصہ در خلاصہ

نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے۔ چوتھا عیسیٰ نے حضرت عیسیٰ کو

بلکہ حضرت آدم کو بھی خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ عیسیٰ کو انجیل سے معلوم ہوتا ہے

دوہ انوش کا بیٹا تھا۔ اور وہ شعیب کا بیٹا تھا۔ اور وہ آدم کا بیٹا

تھا اور وہ خدا کا بیٹا تھا (لوقا ۳ - ۳۸) مگر دونوں میں یہ فرق کرتے

ہیں کہ حضرت آدم آدم تو مٹی سے اور حضرت عیسیٰ تو مٹی سے پیدا ہوا ہے

تھے لہذا حضرت آدمؑ کی مثال دے کر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے کی تردید کی گئی اور یہ بتلایا گیا کہ دو بون ہی مٹی سے پیدا ہوئے اور دونوں ہی انسان تھے کیونکہ مٹی سے تو انسان پیدا ہوتا نہ کہ خدا کا بیٹا۔ اب اس مثال سے یہ فلسفہ بیان کرنا کہ عیسیٰ حضرت آدم کا باپ نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا باپ نہ تھا۔ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اول تو حضرت آدم کی ماں ہی نہ تھی تو باپ کہاں سے ہوتا۔ دوم انہیں کسی عورت نے حمل میں نہیں لیا اور نہ وہ ماں کے پیٹ میں رہے۔ سوم اور نہ ان کو کسی عورت نے جاکر یا وہ تولد نہیں ہوئے لہذا ان کا باپ نہ تھا۔ مگر اس کے بالمقابل حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو حمل میں لیا اور وہ ماں کے پیٹ میں رہے اور جننے گئے یعنی تولد ہوئے لہذا ان کا باپ تھا۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَدَتْ بِهِ فَكَانَتْ نَاصِيَةً لِّهَا۔ پھر مریم نے اسے حمل میں لیا اور اس کے ساتھ اللہ ہو کر دور چلی گئی۔ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ وَهِيَ تَحْتَهَا فَوَلَدَتْ ذَكَرًا مَّوَدَّةَ بَيْنِهِمَا تَبَرَّتْ رَحْمَتُهَا وَرَبَّتْ بِذَكَرٍ يُؤْتِي السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ وَأُنثَىٰ تَوَكَّلْ عَلَيْنَا لَا يَلِدُ إِلَّا عِنْدَنَا وَأَن نَّبْذَكَ فِي غَايَتِي أَوْ نَسِيءَ أَوْ نَحْضَكَ أُو۟لَآئِكَ فِع۟لُ الْمُؤ۟مِنِينَ

پھر روزہ اُسے گھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی پسری ہوتی (۱۹-۲۳) یَوْمَ وُلِدْتَ إِحْسَانًا وَنَسِيءَ يَوْمَ وُلِدْتَ إِحْسَانًا وَنَحْضَكَ يَوْمَ وُلِدْتَ إِحْسَانًا

جس دن میں پیدا ہوا (۱۹-۲۳) مَرِيَمَ عَمَلًا سَمِيحًا وَوَالِدًا ذَكَرًا أَبَدًا لِّلۡدِينِ

اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہوا (آیت ۳)

یہ صاف ظاہر ہے کہ جس کی ماں نہیں ہوتی اس کا باپ بھی نہیں ہوتا۔ مگر جس شخص کی ماں ہوتی ہے اس کا باپ بھی ہوتا ہے جس سے اس کی ماں کو حمل ہوتا

صاف ظاہر ہے کہ جو بچہ حمل کے ذریعے پیدا ہوتا ہے اُس کا باپ ہوتا ہے کیونکہ آدم کی اولاد کا سلسلہ نطفہ سے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طریقہ سے پیدا ہوئے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَبَدَا آخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْهُ نَسْلًا مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ عَنَّا مَرْغُوبًا (سجده ۷۱) اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اُس کی نسل ایک چوڑے سے ٹھہرائی رہا مگر دریائی میں آ جاتا ہے۔ (آیت ۲۲-۲۸) دراصل انسانی پیدائش کے لئے اللہ کا یہی قانون شروع سے چلا آ رہا ہے۔ جو کبھی بدلتا نہیں جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ہمیشہ اپنے آپ کو ابن آدم کہا کہ پکارا جس سے عادت معلوم ہوتا ہے کہ ابن کا باپ تھا۔ اور قرآن کریم کے الفاظ یٰبَنِيَّ اٰدَمُ رَاْعِرَضِ عَلٰی سَعۡدِ بَنِيَّ اٰدَمَ (۳۵-۷) سے بھی سب کا باپ ہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جو بچہ نطفہ سے پیدا نہ ہو۔ بلکہ روح سے پیدا ہو وہ کبھی ابن آدم نہیں کہا سکتا۔ مگر افسوس اکثر اہل اسلام مٹی سے پیدا کئے جانے کی مثال کو چھوڑ کر اپنے پاس سے بلا باپ کے پیدا ہونے کی مثال بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ عیسائی اُن دونوں رسولوں کی جو عورتوں کے حمل سے پیدا ہوئے۔ پیدائش کا مقابلہ کر کے نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ جو خدا کی خاص قدرت کے حمل سے پیدا ہوئے۔ افضل ہیں۔ بہ نسبت حضرت محمد کے جو عام

قدرت کے ماتحت انسان حمل سے پیدا ہوئے مگر اہل اسلام اس مقابلے سے عاجز آ کر یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ حضرت آدم کا باپ نہ تھا۔ حالانکہ وہ عورت کے حمل سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ بغیر حمل کے ہی پیدا ہو چلتے تو اس صورت میں ان کو بھی باپ نہ ہوتا۔ مگر یہ نکتہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش بجا باپ کے ان کے والے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائیوں کے باطنی عقیدے پر غور کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ عیسائی اس پر آسانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مریم کو بغیر خداوند کے خدا کی خاص قدرت سے حمل ہوا عیسائیوں کے باطنی عقیدے کی تائید کو دیکھتے ہیں۔ کیونکہ عیسائی اس پر آسانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا تو پھر ایسے مسلمان منہ دیکھتے اور لغائیں جھانکتے ہی

سہ حقیقتاً یہ ایک شرکاء عقیدہ ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ آج کل کے عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مریم کو روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا رہا۔ (۱۸) بلاشبہ حضرت مریم کے حمل کو بجائے انسان کی طرف منسوب کرنے کے خدا کی طرف منسوب کرنا تو یا اللہ پر افترا کرنا ہے۔ اور جو قوم اللہ پر افترا کرتی ہے۔ وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔ یو اللہ پر تھوٹ باندھے یا اس کی باتوں کو چھلانگے ظالم کا میاں نہ ہوں گے (۶۱-۶۲) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ قَدَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ط إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُونَ (۱۵۰) (انعام ۳)

ہی رہ جاتے ہیں۔ ناظرین اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ حضرت محمدؐ نے
 اپنی زندگی بھر میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مریمؑ کو خدا کی خاص قدرت سے
 حمل ہوا۔ (جو مذہبی راہ نما اس بات کا ثبوت قرآن کریم یا صحاح ستہ کی کسی
 کتاب یا کسی تفسیر سے ملے گا کسی روپیہ انعام دیا جائے گا، بلکہ آنحضرتؐ نے
 ہجری میں عیسائیوں کے ذمہ نجران کو یہ کہہ کر جواب کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ
 تَحْلُمُوْا رَاتٍ عَلَيْنَا حِمْلَهُ اَتَمْنَا كَمَا تَحْمِلُ الْمَوْتَةَ ؕ کیا تم نہیں جانتے
 کہ جیسے کو اس کی مال نے حمل میں لیا جس طرح عورتیں حمل میں لیا کرتی ہیں وہی
 رسول اللہؐ تفسیر ابن جریر) اب رسول اللہؐ کے اس جواب کو چھوڑ کر اپنی
 طرف سے الگ جواب بنا لینا ایک جو من کی شان کے شایان نہیں ہو سکتا۔ اس
 مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ تو خدا تھے اور نہ خدا کے
 بیٹے بلکہ ایک انسان تھے جو انسانی نطفہ سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد
 ہے: **اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝۱۶**
 ہم نے انسان کو اسے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا (۱۶ - ۱۷) اب مسلمانوں کا حضرت
 عیسیٰؑ کو اس آیت سے مستثنیٰ قرار دینا سراسر بہالت ہے۔ کیونکہ عیسائی اس سے
 یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ انسانی سطح سے بالاتر تھے۔ کیونکہ وہ نطفہ سے
 پیدا نہیں ہوئے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اس آیت سے
 مستثنیٰ نہیں کیا۔ علاوہ ازیں اللہ کا بار بار اپنا بیٹا بنانے کا الکار کرنا حاد

ثابت کرتا ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کو اپنی خاص قدرت سے بغیر مرد کے حمل نہیں کیا بلکہ اس دوسری عورتوں کی طرح اپنے خاوند سے ہی حمل لیا جیسا کہ رسول اللہ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ میں انسانی صفات تھیں۔ اگر حضرت مریم کو بغیر مرد کے ہی اللہ نے اپنی خاص قدرت سے حمل کر دیا ہوتا تو پھر حضرت عیسیٰ میں ضرور خدائی صفات ہوتے آخر خدائی حمل کے پیدا شدہ اور انسانی حمل کے پیدا شدہ رسولوں میں کچھ تو نمایاں فرق ہونا چاہیے۔ تاکہ یہ امتیاز ہو سکے۔ کہ یہ رسول خدائی حمل سے پیدا ہوا تھا۔ اگر دونوں رسولوں میں انسانی صفات ہوں تو پھر حضرت مریم کے حمل کو خدا کی طرف منسوب کرنا کوئی سختی نہیں رکھتا۔ بجائے تمام عورتوں کو خدا کی قدرت سے ہی حمل ہونا ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ان کا خاوند نہیں رکھتے یا وہ بغیر مرد کے ہی بچے جن دیتی ہیں۔ علامہ اربین جو چیز اللہ کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ کن چیزوں کے کہنے سے ہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** اُس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ صرف یہی ہوتا ہے کہ اُسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے (۳۶ - ۸۲) پس آج (۵)

(۱۳) حق کی مخالفت میں خرچ کرنے والوں کیلئے سخت سزا کی مثال

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاتِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُمُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنِ أَنفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ (آل عمران ۷۶) اس کی مثال جو اس دنیا کی زندگی کے متعلق خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ہوائیں ہیں

کہ صاف ظاہر ہے کہ اس چیز کے بنائے جانے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

سخت سردی ہو وہ اُن لوگوں کی کھیتی کو پیچھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اُسے تباہ کر دے اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (۳-۱۱۶)

جو لوگ دنیاوی عیش و عشرت بنا جائزہ نسانی خواہشات اور دیگر خرافات پر خرچ کرتے ہیں اس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو لوگ حق کو مٹانے اور باطل کو فروغ دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں اُن کا انجام بھی بہت بُرا ہوتا ہے۔ چنانچہ کفار نے اسلام کی تباہی کے لئے ایک بڑے بھاری لشکر کی تیاری پر بہت سا روپیہ خرچ کر دیا جسے کھیتی سے تشبیہ دی گئی۔ کیونکہ اسے ایک عذاب کی ہوائے تباہ کر دیا۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں

میں سولے حسرت اور مذامت کے اور کچھ نہ آیا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنتُمْ رَاغِبِينَ إِلَى الْمَمories

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بَصِيرًا (الاحزاب ۲) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر اللہ کی

نعمت کو یاد کرو جب تم پر لشکر چڑھا آئے سو ہم نے اُن پر ہوا کو اور ایسے

لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اللہ سے جو تم کرتے ہو دیکھنا ہے اور

یہ جنگ احزاب کا واقعہ ہے جہاں دشمن کو ایسی شکست ناس ہوئی کہ وہ پھر سر نہ

اٹھا سکا۔ اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ حق کے مٹانے اور جھوٹ

کو پھیلانے اور باطل کو فروغ دینے کے لئے دوپہ خرچ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نیک کاموں میں ہر دکنے کی تاکید ملے گی۔

(۱۴) گوا کی مثال

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْتَغِي فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُقَادِرُ سِوَاكَ أَجْتِهَ
قَالَ يَوْمَلَّتِي أَخْجَرْتُمْ أَنَا أَكُونُ مِثْلَ هَذِهِ الْغُرَابِ فَأَوْدِرُ سِوَاكَ

آخری ج قاصیہ میں اللہ مینے (۵۷ ع ۵) تب اللہ نے ایک گوا بھیجا جو زمین کو دیکھتا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے کہنے لگا مجھ پر افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ اس کو کسے کی مانند ہوتا۔ اور اپنے

بھائی کی لاش کو چھپاتا تب وہ پچھانے والوں میں سے ہوا۔ (۵-۳۱)

جب حضرت آدم کے بڑے بیٹے ہابیل نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو محض حسد

کی وجہ سے قتل کر دیا تو پھر وہ اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے

تب اللہ نے اس کے سمجھانے کے لئے ایک کوسے کو بھیجا جس نے زمین کو دیکھ کر

بتلا دیا کہ اسے دین کر دونا۔ بلاشبہ بہت سے کام انسان جانوروں سے ہی

دیکھ سکتے بشرطیکہ عقل سے کام لے۔ چنانچہ ہوائی جہاز جانوروں کے اڑنے

پر غور کرنے سے بنائے گئے ہیں۔ اور سب میزین پھلیوں کے پانی کے اوپر

اور نیچے جانے پر غور کرنے سے بنائی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے جانوروں پر

غور کرنے کا حکم دیا گیا۔ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْغُلَابِ مُسْتَعْرِتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ

مَا يُسْكِنُ إِلَّا اللَّهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (النحل ۱۱۱)
 کیا یہ پرندوں کو نہیں دیکھتے جو آسمان کی فضا میں رام کئے ہو سکے ہیں اللہ کے سوا کہ
 انہیں کوئی نہیں تھا تا۔ اس میں اُن لوگوں کے لئے نشان ہیں جو ایمان لاتے
 ہیں (آیت ۱۶۹) اَوَلَمْ يُوَدِّعِ الْاِلٰهِي الطَّيْرُ فَوْقَهُمْ فَاَقْبَضَتْ وَكُقِضْنَ ط مَا يُسْكِنُ
 اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الملك ۲۰) کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے
 جو پر پھیلانے پڑے ہیں اور سکیر بھی لیتے ہیں سوائے رحمن انہیں کون روک سکتا ہے۔
 وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے (۶۶-۱۱۹) اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان جانوروں
 و حیوانوں سے بھی کام لے لیا۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو گھروں کی چادر و پواری
 یں بند کر کے انہیں عضو مطلق کی طرح بنا دیا۔ بلاشبہ دونوں کی ذہنیت میں نمایاں فرق
 ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں کی یہ ذہنیت ہے کہ ان کی عورتیں ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر یورپ
 و امریکہ جائیں مگر جامیاں رسمی پر وہ کی یہ ذہنیت ہے کہ ان کی عورتیں چہرے ڈھانک کر رکھیں
 کہ ان کو باہر کی ہوائ نہ لگنے پائے۔

(۱۵) پرندوں اور پرندوں کی مثال

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَّجْتَا حَيْثُ لَا
 اَمْرٌ اَمَّا لَكُمْ ط (الانعام ۴) اور زمین میں کوئی جاندار نہیں اور نہ کوئی پرندہ
 جو اپنے دوپروں سے اڑتا ہے مگر وہ بھی تمہاری طرح جامعین ہیں (۲۸-۳۸)
 صاف ظاہر ہے کہ جیسے بنی نوع انسان میں خدا کی ناز پرٹھنے اور اس کو تسبیح

کرنے کا مادہ رکھا گیا ہے اسی طرح سے چرندوں اور پرندوں میں بھی جیسا کہ ان آیتوں
 سے ثابت ہوتا ہے۔ تَسْبِطُ لَهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَ
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّعِبَادٍ يَعْقِلُونَ تَسْبِطُ لَهُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
 "ساتوں آسمان اس کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین اور جو کوئی ان کے اندر ہیں روہ بھی
 اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو
 نہیں سمجھتے (۱۴-۲۴) اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْبِطُ لَهُ مَنِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَالظَّالِمُ صَافٍ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
 بِمَا يَفْعَلُونَ (النور ۶) کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ رومہ کے اسی کی
 تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں زمین میں ہیں۔ اور پتہ پھیلائے ہوئے پرند بھی
 ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے (۲۴-۲۱) اس مثال سے بنی نوع انسان
 کو یہ سکھایا گیا ہے کہ دوسرے جاندار بھی تمہاری طرح ہیں۔ خدا نے جو فطرت
 انہیں دی ہے اسی کے مطابق چلتے ہیں۔ اور اللہ کی تقدیریں اور تسبیح کر
 ہیں مگر اکثر انسان اشرف المخلوقات ہو کر بھی خدا کی یاد اور اس کی تسبیح سے
 منہ موڑتے ہیں۔ حالانکہ انہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ
 ایسے لوگ فطری نور کی شہادت کو رد کرتے ہیں۔ جو ایک انسان کے لئے انور
 کا مقام ہے۔ (۱۶) ان کی اور بدی کے اجر کی مثالیں
 مِنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ أَمْثَلِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

قَلَّ يَجْزِيَنَّهَا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (الانعام ۷۰) جو کوئی
 نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے دس اس کی مثل ہیں۔ اور جو کوئی بدی کرتا ہے۔ تو اس
 کی مثل ہی اُس کو سزا دی جائے گی۔ اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۶-۱۶۱)
 اللہ بہت وسیع رحمت والا ہے کہ وہ نیکی کا بدلہ تو دس گنا دیتا ہے بلکہ اُس
 سے زیادہ جیسا کہ اُس کا ارشاد ہے وَتَزِيدُ هُمْ مِثْنَ فَضْلِهِ ۝ (النساء ۷۴)
 اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے گا (۴-۱۷۳) اور بدی کا بدلہ اُسی کی مثل
 ہوتا ہے یا اس سے بھی کم اور اگر اللہ چاہے تو بالکل ہی معاف کر دے بشرطیکہ
 اللہ کی طرف رجوع کرے اُس کی فرمائندگی کی جائے۔ جیسا کہ اس آیت سے
 معلوم ہوتا ہے قُلْ يُجَابِدْنِي الَّذِينَ اسْتَرَفُوا اَخْلَفُوا أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا
 مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ
 الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (آئینہ دار الی رَبِّكُمْ وَاسْلُكُوا لَكَ مِن قَبْلِ
 أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ (النہر ۴) کہہ لے میرے
 بند و جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے بالکل نہ ہوں۔
 اللہ بھی گناہ بخش دیتا ہے ہاں وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور اپنے رب
 کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کی فرمائندگی کرو۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب
 آجائے۔ پھر تمہیں مدد نہ ملے۔ (۳۹ آیت ۵۳-۵۴) اس مثال سے یہ سکھایا گیا
 ہے کہ انسان نیکی کے کام زیادہ کرے تاکہ وہ زیادہ اجر پانے کا مستحق ہو سکے

اور اس کی پہاں بھی مٹ جائیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَأَقِيمِ الصَّلَاةَ وَحَافِظِي
 النَّهَارَ وَذُكْرًا مِنَ اللَّيْلِ ط إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ ط ذَلِكَ
 ذِكْرُهَا لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۝ (ہود ع ۱۰) اور دن کی دونوں طرفوں میں اور پہلی رات
 نماز کو قائم رکھ کیونکہ نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں
 کے لئے نصیحت ہے (۱۱-۱۲)

(۱۶۱) آیات ربانی کو جھٹلانے والوں کے لئے کتے کی مثال

وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِم مَّن بَدَأَ الْإِنسَانُ أَتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانظُرْ مِنْهَا فَمَا تَتَّبِعُكَ الشَّيْطَانُ
 فَكَانَ مِنَ الْعَوْنِينَ ۝ وَكَوَيْدُنَا لَنَرَفَعَنَّهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ
 وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَمَثَّلَ لَكَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا حُمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَذْ
 تَرَكَهُ يَلْهَثُ ط فَمَا يَكَفُ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۝
 فَاقْصِصْ الْقِصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (الاعراف ع ۲۲) اور ان پر
 اس شخص کی خبر پڑھیں کہ ہم نے اپنی آیات میں پھر وہ انہیں چھوڑ نکلا تب
 شیطان اس کے پیچھے لگا سو وہ گمراہوں میں ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے
 ذریعے سے اس کا مرتبہ بلند کرتے۔ لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا۔ اور اپنی
 خواہش کی پیروی کی۔ سو اس کی مثال کتے کی مثال کی مانند ہے۔ اگر تو اس پر حملہ
 کرے تو اپنے اور چھوڑ دے تو باپے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں
 کو جھٹلاتے ہیں۔ سو یہ حال بیان کرے تاکہ وہ فکر کریں (آیت ۱۶۵ و ۱۶۴)

بلاشبہ تمام لوگوں کو اللہ کی آیات رسول کے ذریعے دی جاتی ہیں تاکہ وہ ان پر عمل کریں
 جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ
 رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا لَكُمْ نُورًا مِّنْ أَمْرِنَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا يَا لَيْسَ
 وَاعْتَصِمُوا بِهِ نَسِيْدًا خَالِمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ لَا يَخْفَى
 لِيَهْدِيَهُمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ النساء ۴۷** اے لوگو! یقیناً تمہارے
 رب کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا
 نور قرآن کریم نازل کیا ہے۔ سو وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط
 پکڑ لیں تو ان کو وہ اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔ اور ان کو
 وہ اپنی طرف سے سیدھی راہ پر چلائے گا۔ (آیت ۱۶۵ و ۱۶۶)

جو لوگ اللہ کی آیات پر عمل کریں گے یقیناً ان کے درجات اور مراتب بلند
 ہوں گے یہ آیت اس پر گواہ ہے **وَلِكُلِّ وُجْهٍ مِّنَّا عَمَلُواطٌ وَمَا رُبُّكَ
 بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ رالانعام ۱۶۷** اور سب کے لئے درجے ہیں اس
 کے مطابق جو انہوں نے عمل کئے اور تیرا رب اس سے بے خبر نہیں جو وہ کرتے
 ہیں "۶- آیت ۱۳۳) اور جو لوگ اللہ کی آیات کو کسی نہ کسی رنگ میں جھٹلائیں گے
 وہی ذلیل و خوار ہوں گے یہ آیت اس پر شاہد ہے **فَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
 بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ البقرہ ۴۷** اور
 جنہوں نے انکار کیا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے (۲۹)

کیونکہ اضطراب اور قلق کی حالت میں سب سے اُنہیں کبھی بھی اطمینان
 قلب نصیب نہیں ہوتا خواہ وہ آسودگی کی حالت میں رہیں یا تنگی میں یہی وجہ ہے
 کہ اُنہیں کتے سے تشبیہ دی گئی۔ اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھا یا گیا ہے کہ انسان
 کو ایمان لانے کے بعد کلام الہی کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ حتیٰ الوسع اس کی
 پیروی کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ کی آیات کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرنے
 والے دنیا اور آخرت میں نقصان ہی اٹھائیں گے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے
 وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ يَدْرَأَنَّ
 اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْغَاطِلِينَ ۝ (انقص ع ۵) "اور اس سے بڑھ
 کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی
 کرتا ہے۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۲۸ آیت ۵)

(۱۸) آیات اللہ کو جھٹلانے والوں کی بُری مثال

سَاءَ مَثَلًا لِّلْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاَنْفُسُهُمْ كَانُوْا بِظُلْمٍ ۝

الاحزاب ع ۲۲) ان لوگوں کی مثال بُری ہے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں
 اور اپنے آپ پر یہی وہ ظلم کرتے ہیں، آیت ۱۱ بلاشبہ کلام ربّانی ہی نوع انسان کی
 پیروی اور پتہ ساری کے لئے نازل کیا جاتا ہے اس کا جھٹلاتا ہر طرح پرہوسکتا ہے۔ ایک تو کلام الہی
 کے قبول کرنے سے ہی الکار کر دینا دوسرے کلام اللہ کو قبول تو کر لینا مگر مختلف وجوہ کی
 بنا پر اس پر عمل نہ کرنا نیز اللہ کی آیات کی ایسی غلط اور بے جا تاویلات کرنا جن سے کلام خدا
 میں تفسیہ یعنی اجتماع ضدین پیدا کر دینا حالانکہ کلام الہی میں کوئی اختلاف نہیں

پیدا کر دینا اور قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے نہ صرف خود علیحدہ ہو جانا بلکہ اپنی قوم کو بھی
انگ کر دینا بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم سے

زمن برصوفی ہو گا سلا سے کہ پیغام خدا نکند مارا
ولے تاویل مثال در حیرت انداخت خدا و جبریل و مصطفیٰ را

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ نہ تو اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ
کو جب عنصری آسمان پر اٹھایا۔ اور نہ جبریل نے یہ کہا کہ میں حضرت عیسیٰ کو آسمان پر
بے گیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ نے کبھی یہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے مگر
مذہبی راہ نواب بھی ایسی بے تکی تاویلوں کو چھوڑنے کا نام نہیں لیتے یہی وجہ ہے کہ
مسائل میں کوئی اصلاح نہیں کر سکتے۔ یقیناً مسلمانوں کے زوال کا ایک باعث یہ بھی
ہے کہ وہ مذہبی لیڈروں کی ان غلط تاویلات پر جن سے قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کو بدلا
گیا ہے عمل کرتے ہیں حالانکہ ایسی کمزور اور رکیک تاویلیں کرنے والے اپنے آپ کو اس
آیت کا مصداق بنا کر قوم کو تباہی کے گڑھے میں ڈالتے ہیں اَلَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْآلِ
بَدَّ كُوْنًا لِعِبْتِ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلُوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ لَقَدْ رَاٰهُمْ ع ۵
ہ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدلا
اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتارا (۱۳۰ - ۱۳۸)

اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو انسان اللہ کی آیات کو کسی نہ کسی طرح
جھٹلائے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ خود ہی نقصان اٹھاتا ہے

آیت جس میں یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے اس پر گواہ ہے۔ وَمَا ظَلَمْنَاهُ وَلَكِنْ
كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (البقرہ ۶۴) اور انہوں نے بہارا کچھ نقصان
نہ کیا بلکہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتے رہے (۲-۵۷)

(۱۹) باطل معبودوں کی مثال

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَأَدْعُوا اللَّهَ
فَلَيْسَ بِتَعْبُودِكُمْ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (الاعتراف ۲۴) وہ جن کو تم
اللہ کے سوا کے پکارتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں سو ان کو پکارو تو چاہئے
کہ تم کو جواب دیں اگر تم سچے ہو رہا آیت (۱۹۴)

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو خدا کے پکارا جاتا ہے۔ وہ بھی
تمہاری طرح انسان ہیں کہ چہ وہ فوت ہو چکے ہیں جیسے تم لطفہ سے پیدا ہوئے اسی
طرح وہ بھی۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلْطَةِ
مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَا نُطْفَةَ فِي ذُرِّيَّةٍ مَكِينٍ ۝ (المؤمنون ۷۱)
”اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھہرنے
کی جگہ میں لطفہ بنا کر رکھا (۷۳-۷۴ و ۱۳) یقیناً حضرت مسیح بھی لطفہ کی شکل میں رہے۔

صاف ظاہر ہے کہ اپنے جیسے پیدا شدہ انسان کو اپنا معبود بنانا گویا اپنے
آپ کو ذلیل کرنا ہے۔ علاوہ ازیں مذکور بالا آیت سے عیسائیوں کے اس عقیدے
کی کہ حضرت مسیح روح القدس کی قدرت کے حمل سے پیدا ہونے کی وجہ سے

خدا اور خدا کا بیٹا تھا تو دید کی گئی ہے چنانچہ متی کی انجیل ۱۳ باب ۵۵ و ۵۶ آیات میں حضرت مسیح کے متعلق صاف لکھا ہے "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب یوسف شمعون اور یہوداہ نہیں اور کیا اس کی سب بہنیں پہلے ماں نہیں؟" اگر حضرت مسیح بغیر نطفہ کے ہی پیدا ہو جاتے تو پھر عیاشیوں کے ہاتھوں میں اس کی خدائی کی یہ دلیل ہو جاتی کہ وہ روح القدس کے حمل سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسانی سطح سے بالاتر تھے۔ لہذا وہ خدا اور خدا کا بیٹا۔ اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے جیسے پیدا شدہ کھاتے پیتے بگتے موتے انسانوں کو خدا نہ ٹھہراؤ اور نہ انہیں کجاوہ خدا جلنے مسلمانوں کو حضرت مسیح کا نطفہ سے بنایا جانا کیوں اتنا ناگوار گزارنا ہے کہ لڑائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ آنحضرتؐ کو پیدائش کو نطفہ سے ہی مانتے ہیں۔ اور کلمہ بھی انہی کا پڑھتے ہیں۔ مگر فضیلت حضرت مسیحؑ کو دیتے ہیں۔ بلاشبہ عقل کا گھٹا ہے۔

(۲۰) دنیا کی زندگی کی پہلی مثال

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أُنزِلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ يُوْحَتِي إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازْبَيَّتْ وَظَنَّ أَهْلِهَا أَنَّهُم قَدِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا

حَصِيدًا اِذَا كَانَ لَمَمٌ لَّغْنٍ بِالْاَمْسِ ط كَذَلِكَ فَفَصِّلُ
 الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (یونس ع ۳) دنیا کی زندگی کی مثال
 صرف پانی کی طرح ہے جسے ہم بادل سے اُتارتے ہیں پھر اُس سے زمین کا
 سبزہ لیا جاتا ہے جسے لوگ اور چار پائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین
 اپنا سنگار کر لیتی ہے۔ اور خوبصورت بن جاتی ہے۔ اور اس کے مالک سمجھتے
 ہیں کہ وہ اس پر پوری طاقت رکھتے ہیں۔ ہمارا حکم رات یا دن کو اس پر آتا
 ہے تو ہم اُسے گٹی ہوئی کھیتی رکی طرح اکڑیتے ہیں گویا گل وہ تھی ہی نہیں۔
 اسی طرح ہم باتوں کو ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں جو فکر سے
 کام لیتے ہیں۔ (۱۰ آیت ۲۴)

دنیا کی زندگی کو پانی سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں ایک نکتہ تو اس کی
 بے ثباتی اور جلد فنا ہو جانے کے متعلق پایا جاتا ہے۔ چنانچہ پانی سے ہی کھیتی چند دنوں
 میں سرسبز ہو کر خوب پھولتی پھلتی ہے مگر اس کے بعد اپنی رونق دکھا کر بہت جلد
 خشک ہو جاتی ہے اُسی طرح انسان کی پیدائش بھی پانی سے رکھی گئی ہے اور وہ
 بھی لڑکپن اور بہار جوانی کے دن دیکھ کر آخر بوڑھا ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور دوسرا
 نکتہ یہ پایا جاتا ہے کہ جب زمین کی پیداوار بہت ہو جاتی ہے تو لوگ اتنے اُسودہ
 اور خوشحال ہو جاتے ہیں کہ نہ صرف خدا کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں بلکہ یہ خیال
 کہتے ہیں کہ یہ اُسودگی اور خوشحالی اُن کی اپنی طاقت۔ لیاقت اور علم کے ذریعے

سے ہے تو اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ اپنی نعمتوں کو چھین کر اپنی قدرت کا دوسرا نظارہ بھی دکھا دیتا ہے تاکہ انسان سمجھ لے کہ اس کی طاقت سب طاقتوں سے اوپر نہیں بلکہ وہ کوئی اور عظیم الشان طاقت ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اس مثال سے یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے لہذا اس میں دل نہ لگائیے بلکہ اسے بطور ایک مسافر خانہ کے سمجھئے کہ آیا اور گیا۔

(۲۱) دنیا کی زندگی کی دوسری مثال

وَاصْرَبْ لَهُمْ مَثَلِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا آتٰنَا مِثْلَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَآخُتَلَطُ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ (الکہف ع ۶) اور ان کے لئے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر اس کی مثال اپانی کی طرح ہے جو ہم بادل سے برساتے ہیں تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی رُبڑھ کر اٹل جاتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اُڑاتے پھرتی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے (۱۸-۴۵) اس مثال میں دنیا کے مال و متاع، اولاد اور دیگر اسباب و سامان کو سبزی سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک وقت کیسی خوش نما ہوتی اور لہلہاتی ہے اور دوسرا وقت آتا ہے کہ خشک ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہے اسی طرح دنیا کی شان و شوکت مال و دولت زینت و زینت، جاہ و جلال چند روز بہار دکھاتے ہیں اور پھر کچھ عرصے کے بعد ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ البتہ نیک اعمال باقی بستے ہیں جو انسان کو آخرت کی زندگی میں کام آئیں گے اور جن

سے اللہ کا قرب حاصل ہو گا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اَلسَّالِ وَالنَّبُونَ
 زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
 وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝ (کہف ع ۶) مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہے اور
 باقی رہنے والے اچھے عمل تیرے رب کے نزدیک بدلے میں بہتر ہیں اور اُمید کے
 لحاظ سے بھی بہت اچھے ہیں (۱۸-۴۶)

اس مثال سے ایک تو یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان رفاہ عام کے کاموں کی طرف
 زیادہ توجہ دے تاکہ اس کے مرنے کے بعد بھی اُس کا ذخیرہ کا اُسے ثواب ملتا ہے دوسرے
 یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا میں انقلابات بہت ہوتے ہیں تیسرے یہ بتلایا گیا ہے کہ ان
 تمام انقلابات کا کوئی لائے والا بھی ہے جو بڑے اعلیٰ درجہ کا مقنن اور حکمت والا ہے

(۴۲) دنیا کی زندگی کی تیسری مثال

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ رَبِّكَ
 بِبَيْنَةٍ وَسَكَتٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَسْفَلَ
 الْكُفَّارِ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهْبِطُ فَتَرَاهُ مَصْفُورًا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا
 وَفِي الْأَنْخِرَةِ خَزَائِنُ لَبَنٍ لَّيْسَ يَتَغَيَّرُ وَغَيْرِهَا مِنَ اللَّهِ رِضْوَانًا
 وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ مُتَمَتِّعٌ بِالْغُرُورِ ۝ (الحج ع ۳) جان
 لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور
 اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ بادشہ کی مثال کی طرح جس کا سبزہ

کساؤں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتا ہے تو اُسے زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا
چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت
اور رضا اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے (۵۷-۲۰)

اس آیت میں دنیا کی زندگی کا نقشہ خوب کھینچا گیا ہے چنانچہ اچکل اکثر
لوگ کھیلوں اور تماشوں میں بہت حصہ لیتے ہیں اور حتیٰ الوسع سینما کے
دیکھنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور زیب و زینت بھی خوب کرتے ہیں
کلبین شیوا اور ویل ڈریس ہو کر باہر جاتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ مال و دولت
اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جائیں گو یا اپنی زندگی کا مقصد دنیا ہی
نہالیا اور خدا کی یاد سے اتنے غافل ہو گئے کہ مرتے دم تک اسی ہوس میں مبتلا
رہتے ہیں۔ گو یا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنا لیتے ہیں۔ *اَلْهٰکُمُ الْعٰیۃُ*
حَتٰی زُرْتُمْ الْمَسٰکِیۃَ وَ التَّکٰثِرُ "کثرت مال کی خواہش نے تمہیں
غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں کو دیکھتے ہوئے (۱۰۲-۲۰۱)
اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ دنیا کی چیزیں فانی ہیں لہذا
ایسی فانی چیزوں کی خاطر انسان کو خدا کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ
اُسے وقت ہی کام آئے گی۔ حقیقتاً جو لوگ آخرت کی زندگی سے غافل رہ کر
اس دنیا کی زندگی میں ہی متغرق رہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عذاب الہی کا مستحق
بنالیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان

ہے اور اصل چیز اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے ان کے حاصل کرنے کے لئے انسان کو کوشش کرنی چاہئے۔ دراصل دنیا کی زندگی صرف وہی بڑی ہے جو خدا کی یاد سے غافل کرے

(۲۳) کافر اور مومن کے لئے اندھے و پھرے اور دیکھنے والے کی مثال

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ ۚ كَالْآعْمَىٰ وَالْأَبْصِرِ ۚ وَالسَّمِيعِ ۚ
كَلِّمٌ يَسْتُرِينَ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ (ہود ۲۰) اُن دونوں
گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسا اندھا اور پھرے اور دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا
دونوں کی حالت یکساں ہے تو کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟ (۱۱-۲۳)

بلاشبہ خدا کو ماننے والا اور خدا کا انکار کرنے والا کبھی یکساں نہیں ہو سکتے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے خدا و ادا توڑنے کو کام میں لانا ہے وہ ضرور خدائی
مستی کا قائل ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنی بصارت اور سماعت سے کام نہیں
لیتا وہ اپنے پیدا کرنے والے کا ہی منکر ہو جاتا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ
ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يَسْمَعُونَ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَسْمَعُ الْغَيْبَ وَكُنَّا نُوَدِّعُ
لَا يَعْقِلُونَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَهْدِي
الْعُمْىَ وَكُنَّا نُوَدِّعُ وَلَا يَبْصُرُونَ (يونس ۲۰)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تو بہروں کو سنائے گا
گو وہ عقل سے کام نہیں لیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو تیری طرف نظر اٹھاتے ہیں

تو کیا تو اندھوں کو راہ دکھائے گا۔ گو وہ سوچہ نہ رکھتے
ہوں۔ (آیت ۲۲-۲۳)

صاف ظاہر ہے کہ جو دلائل سے کام لیتا ہے وہ زندہ ہے اور جو دلائل سے
کام نہیں لیتا وہ مردہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ
هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط (الانفال ع ۵)
وہنا کہ جو پلاک ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے پلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل
سے زندہ ہوتا ہے (۲۲-۸) یہی وجہ ہے کہ اندھا دیکھنے والا اور مردہ و زندہ
برابر نہیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ
وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا الْحَرُورَةُ وَمَا يَسْتَوِي
الْحَيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ط إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يُشَاءُ ع وَمَا
أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ه (فاطر ع ۳) اور اندھا اور دیکھنے
والا برابر نہیں اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ ٹنڈے
اور مرے برابر ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنانا ہے اور تو انہیں سناتے والا
نہیں جو قبروں میں ہیں رہ ۳ آیت ۱۹ تا ۲۲ اسی طرح کفر اور ایمان نیکی و
بدی برابر نہیں اور نہ عقل والے اور کم عقل برابر ہیں۔ کیونکہ قرآن بھی انہیں
کو ڈرا سکتا ہے جو زندہ ہیں یعنی دلائل سے کام لیتے ہیں اور کفر یہ اصرار نہیں کرتے
یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ه لِيُنذِرَ

مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَجِئِ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ هـ ريس ع ہ یہ صرف نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے تاکہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر تجت قائم ہو (۲۶ - ۶۰ و ۶۹) ظاہر ہے کہ جو شخص کچھ بھی عقل سے کام لیتا ہے وہ قرآن کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان دلائل سے کام لے کیونکہ عقل و سمجھ سے کام نہ لینا گویا اپنے آپ کو حیوان بنانا ہے۔

(۲۴) حق اور باطل کی مثال

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةً بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا ط وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدًا مِّثْلَهُ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ هـ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذٰهُبُ جَفَاءً هـ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ط

الرعد (۲۴) وہ بادل سے پانی اُتاتا ہے۔ پھر نالے اپنے اپنے انداز سے کے موافق بہ سکتے ہیں۔ پس سیلاب جھاگ کو اوپر اٹھالیتا ہے۔ اور اُس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں زبور یا سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں کھرا رہتا ہے اسی طرح

اللہ مثالیں بیان کرتا ہے (۱۳ آیت ۱۷)

اس مثال میں باطل کو جھاگ سے اور پانی کو حق سے تشبیہ دی گئی ہے۔
 کیونکہ جیسے پانی سے مخلوقات کو زندگی ملتی ہے اسی طرح لوگوں کو حق کے ملنے سے
 بھی۔ جھاگ کے اوپر اُجانے سے یہ مراد ہے کہ کبھی باطل بھی اُدھر نظر آتا ہے
 مگر وہ کارآمد نہ ہونے کی وجہ سے حق کے مقابلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ جیسا
 کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ
 كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل ع ۱۹) اور کہ حق آ گیا اور باطل جھاگ گیا باطل
 بھاگنے والا ہی تھا، ۱۷ آیت ۱۸)

مگر پانی جو لوگوں کے لئے بطور حق کے نفع رساں ہوتا ہے۔ ٹھہرا رہتا ہے
 اور ہر ایک شخص اپنی استعداد کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس مثال
 سے یہ بتلایا گیا ہے کہ جس شخص سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ زیادہ مدت
 تک دنیا میں رہتا ہے یعنی اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔

(۲۵) جنت کی مثال

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ط يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ ط أَمْكُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا
 وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ (الرعد ع ۵) "جنت کی مثال جس کا وعدہ
 متقیوں کو دیا گیا ہے (یہ ہے) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کے

پھل ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس کا سایہ یہ ان کا اچھا انجام ہے جو تقویٰ اختیار

کرتے ہیں اور کافروں کا انجام آگ ہے (۱۳-۳۵)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ

أَيْسَرٍ مِنْ دَآئِبِ الْمَيْمِ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ

خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّيْبَانِ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى ط وَ لَهُمْ

فِيهَا مِنْ كُلِ الثَّمَرَاتِ وَمَعِينَهُ نَضْرَابٌ مِمَّنْ هُمْ هُوَ خَالِدًا

فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ (محمد ۱۴)

”اس جنت کی (ایک) مثال ہے جس کا وعدہ متقیوں کو دیا جاتا ہے اس میں پانی کی

نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا اور شراب

کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے اور صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں

ہیں۔ اور ان کے لئے اس میں سب قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت

ہے رکھا اس کے رہنے والے، ان کی مثل ہیں جو آگ میں رہنے والے ہیں اور انہیں اُبلتا

ہوا پانی پلایا جائے گا۔ تو ان کی انٹریوں کو کاٹ ڈالے گا۔ (۱۴ آیت ۱۵)

مذکورہ بالا آیات میں جنت کی نعمتوں کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایسا پانی

ہے کہ اس میں گو کا نام نہیں۔ ایسا دودھ ہے کہ اس کا ذائقہ بدلتا نہیں ایسی شراب

ہے جو لذت ہی لذت ہے یعنی نہ اس کے مزہ میں نقص یا بگاڑ ہے نہ اس کا نتیجہ

سکر ہے ایسا شہد ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں۔ اور سب قسم کے پھل ہیں اور

اللہ کی سعادت۔ خمر کے لفظ سے یہ خیال کر لینا کہ اسی دنیا کی شراب وہاں ہوگی صحیح نہیں۔ یہ خمر وہی ہے جس کو دوسری جگہ شراباً ظہوراً کہا گیا ہے۔ وَسَقُّهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ (الدھر ۱۱) اور ان کا رب انہیں پاک کرنے والی پینے کی چیز پلائے گا ۱۲، ۱۳ صاف ظاہر ہے کہ ایسی شراب پینے سے برے خیالات نہیں آئیں گے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ يَطَّانُوا عَلَيْهِمُ يَكَايُنُ هَسِّنُ مَبِيْنُ ۝ بِيضًا ۝ لَدَىٰ تَجْرِ لِلشَّرِيْبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ ۝ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَالصَّفَاتُ ۱۲۴) ان میں ایک پیالہ پھرایا جائے گا۔ صاف سفید شراب، پینے والوں کے لئے لذت والا نہ اس میں ہلاکت ہوگی اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں گے (۳۷ آیت ۴ تا ۱۴)

اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان نیکی کے کام کرے اور تقویٰ کی راہوں پر چلے تاکہ وعدہ شدہ جنت کا وارث ہو سکے جس کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ قَدْ أَقْلَمَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلرِّكْوَةِ قَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ يُفْرِدُونَ جِهَتَهُمْ خِيْفَتُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهِيَةَ لَهُمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

صَلُّوا تَهُمُ بِمَا فِطُّونَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۗ الَّذِينَ يَرِثُونَ
 الْإِسْرَافَ ۗ وَتَسْ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (المؤمنون ع ۱) مومن یقیناً

کامیاب ہیں (۱) اور جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں (۲) اور جو لغو سے منہ پھرنے
 والے ہیں (۳) اور جو پاکیزگی کے لئے کام کرنے والے ہیں (۴) اور جو اپنی شرمگاہوں کی
 حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی نکاح شدہ، لونڈیوں سے تو
 وہ ملامت کئے گئے نہیں لیکن جو اس سے آگے نکلنا چاہیں وہ حد سے بڑھنے

والے ہیں۔ (۵) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں (۶) اور جو
 اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی وارث ہیں وہ فردوس کو ورثہ میں
 لیتے ہیں وہ اسی میں رہیں گے (۲۳) آیت (۱۱) وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ
 قَائِمُونَ ۗ (۱) وَلِئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ۗ (المعارج ع ۱)
 ”اور جو اپنی شہادتوں پر قائم ہیں (۱)۔۔۔ یہی باغوں میں عزت والے ہیں جن

(۲۶) پاکیزہ درخت کی مثال

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ خَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
 أَصْلُهَا ثَمَرٌ وَفُرْعَاهَا فِي السَّمَاءِ ۗ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ
 بِأَذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيُضَيِّبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

(ابراہیم ع ۱) کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے اچھی بات کی مثال کس طرح بیان کی
 ہے۔ جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں

آسمان میں رچی بولی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر موسم میں دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (آیہ ۱۲۱)۔ اس مثال میں اچھی بات کو پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے اس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور شاخیں بلند ہوتی ہیں اور وہ خوب پھل لاتا ہے اسی طرح نیک بات کی جڑ بھی مضبوط ہوتی ہے اور وہ دور تک پھیل جاتی ہے اور اس کے نتائج بھی ہمیشہ اچھے نکلتے ہیں۔ اس مثال سے انسان کو اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو ان آیات کا مصداق بنا سکے۔ **وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مَوَّلِيهَا فَاَتَّبِعُوا الْاَحْسَنَاتِ ط (انقرہ ع ۱۸)** اور ہر ایک کے لئے ایک طرف ہے جدہر وہ منہ کرتا ہے پس نیکیوں کو ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اور ۲-۱۲۸) **اَلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمَ الطَّيِّبَاتُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط (فاطر ع ۱۰)** اسی کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے (۳۵-۱۰) اب **يَرْفَعُهُ** کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بحمد عنصری آسمان پر اٹھا لیتا ہے ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کے درجات بلند کر لے۔ کیونکہ اللہ کی صفت رفیع الدرجات ہے۔

(۲۶) گندے درخت کی مثال

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَرْقٍ

الْاَرْضِ مَا نَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ اِبْرَاهِيمَ ع ۴) بُدِی بَات كِی مَثَال

گندے رخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اُکھاڑ پھینکا جائے۔ اس کو کچھ بھی قرار نہیں (۱۳۱-۱۳۲) اس آیت میں بُری بات کو گندے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ بُری بات کی جڑ بھی مضبوط نہیں ہوتی چنانچہ مشہور قول ہے کہ جھوٹ کے پادل نہیں ہوتے اور برے کاموں کا نتیجہ بھی ہر حال میں بُرا ہی نکلتا ہے۔ دنیا میں بھی در آخرت میں بھی اس مثال سے لوگوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ برے کاموں سے بچتے رہیں کیونکہ بُرائی انسان کو ذلت اور خواری میں مبتلا کر دیتی ہے اور انجام کار وندخ کی طرف لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں نیک کام کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

(۲۸) آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی بُری مثال

لَا يَذُنُّ لَكُمُ الْوَيْسُوعُ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ الشُّعْرَةِ وَاللَّهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (النحل ۷۰) جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کی بُری
 مثال ہے۔ اور اللہ کی مثال نہایت بلند ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے (۷۰-۷۱)
 آخرت پر ایمان نہ لانے والے مشرکین کی بُری مثال یہ تھی کہ وہ اللہ کی طرف
 بیٹیاں منسوب کرتے تھے حالانکہ خود اُن سے عار کرتے تھے۔ جیسا کہ ان آیات سے
 ثابت ہوتا ہے۔ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَكَانَ مَا يَشْتَهُونَ
 وَإِذْ بَشِّرَ أَحَدَهُمْ بِالْأُنثَىٰ خِلًا وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَافٍ لِمَ
 يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ طَأْيَسِيكَةً عَلَىٰ هُونٍ
 أَمْ يَدُؤُنَّ فِي التَّرَائِبِ طَأْيَسِيكَةً مَا يَجْعَلُونَ (النحل ۷۰)

”اور اللہ کے لئے بیٹیاں کھہرتے ہیں وہ پاک ہے اور ان کے لئے ہے جو وہ چاہتے
 ہیں اور جب ان میں سے ایک کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور
 وہ غصہ سے بھرا ہوتا ہے وہ اس خبر کی بُرائی ہے جو اُسے دی جاتی ہے لوگوں سے
 چھپتا پھرتا ہے کیا اُسے ذلت کے ساتھ کہتے دیا اُسے مٹی میں گاڑ دے۔ سنو بہت
 بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں (۱۶ - ۵۷ تا ۵۹)

اللہ نے ان کی اس بُری مثال کی تردید کر دی جس پر یہ آیات شاہد ہیں۔
 فَاسْتَفْتِهِمْ أَلَيْسَ لَكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبُتُونَ ۗ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ
 إِنَاثًا وَ هُمْ شَاهِدُونَ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ
 وَلَدَا اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۗ وَالصّٰفّٰت ع ۗ پس ان سے
 پوچھ کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں یا ہم نے فرشتوں
 کو عورتیں بنایا اور وہ موجود تھے دیکھو وہ اپنی طرف سے جھوٹ دینا کہہتے ہیں
 کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (۳۷ آیت ۱۴۹ تا ۱۵۲) علاوہ مشرکین
 کے اہل قلم بھی بیٹوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے
 وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ مِّنْ اٰبِنِ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ
 اِبْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ
 الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ط قَاتِلْهُمْ اَللّٰهُ ط اَنى يُؤْفَكُوْنَ ۗ (المائدہ ۵۰)
 ”اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ

اُن کے منہ کی باتیں ہیں یہ ان کی بات کی نقل کہتے ہیں تو پہلے کافر ہوئے۔ اللہ ان کو بلاک کرے کہاں سے اُسٹھ پھرے جانتے ہیں (۹ - ۱۰)

اس آیت کے ان الفاظ "یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا بیٹا ٹھہرنے کے متعلق ان کی باتوں میں کوئی صداقت نہیں۔ بلکہ اللہ پر افتراء کرنے میں۔ بلاشبہ اللہ کی مثال نہایت بلند اور عالی ہے کیونکہ وہ اولاد یعنی بیٹا اور بیٹی سے پاک ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی جوڑا نہیں۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلدَّاءِ شُرَكَاءَ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ وَيَقُولُوا بَدَأَ الْغَيْبُ بِحَدِيثِ غَيْرِ
عَلِيمٍ سُبْحٰنَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ۝ بَدِئَ لِعِ الشَّمْسِ وَالْأَرْضِ ط
أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةً ط وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ
كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (الانعام ۱۳۷) اور اللہ کے لئے جن شریک بنا رکھے
ہیں حالانکہ اُس نے اُن کو پیدا کیا اور اس کے لئے بے علمی سے بیٹے اور بیٹیاں
تجویز کرے ہیں۔ وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ آسمانوں
اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اس کا بیٹا کیونکہ ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی کوئی جوڑا
نہیں اور اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۱۰۶ - ۱۰۷)
جب اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے اُس کے ہاں بغیر جوڑے کے بیٹا نہیں ہو سکتا
تو پھر حضرت مریمؑ کی مجال ہے کہ بغیر جوڑے کے بیٹا جن سے کیا وہ خدا سے بڑھ
کہ قادر ہے یہ کبھی ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ اللہ کے قانون کے سراسر خلاف ہے۔

۱۱۱) وَالَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي
 الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ قَدْرًا ۚ تَقْدِيرًا بِرَّاهِ الْفَرَاقِ ع (۱) وہ وہی
 ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اور اس نے کوئی بیٹا نہیں
 بنایا اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر
 اس کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا (۲۵-۲۶) کَيْسَى كَيْتِلَہٗ لَشَى ع (۲) (الشوریٰ ع ۲۵)
 اس کی مثل کوئی چیز نہیں (آیت ۱۱) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ
 كَمْ يَلِدُ ۝ وَكَمْ يُولَدُ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (الاحزاب ع ۱)
 کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ کوئی اس سے پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے
 پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (۱۱۲-۱۱۳)

جب مخلوقات اپنے خالق کے برابر نہیں ہو سکتی تو پھر خالق حضرت مریم کو حمل
 کیوں کرے کیونکہ وہ تو اس کی بیوی نہیں۔ انسان کا جوڑا تو انسان ہی ہو سکتا یہ
 آیت اس پر شاہد ہے وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا (۱) اور ہم نے تمہیں جوڑے
 جوڑے پیدا کیا (۷۸-۷۹) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم کا بھی جوڑا تھا۔
 کیونکہ خدا بھولنے والا نہیں۔ خالق تو ہمیشہ خلق کرتا ہے حمل کبھی نہیں کرتا کیونکہ حمل
 کرنے سے وہ صاحب اولاد ہو جاتا ہے جو خدا کی شان کے شایان نہیں۔ کیونکہ
 یہ اس کی صفات بے نیازی اور واحدانیت کے خلاف ہے لہذا ایسی حالت
 میں حمل اور اس سے پیدا شدہ لڑکے کو خدا کی طرف منسوب کرنا سراسر بہالت

اور شرک تھے کیونکہ ایسا پیدا شدہ لڑکا اس کا شریک ہو جاتا ہے جو خدا کو منقولہ نہیں یہی وجہ ہے کہ کسی عورت کو بغیر مرد کے حمل نہیں ہوتا چنانچہ نکاح کی غرض بھی یہی رکھی گئی ہے۔ اگر کسی عورت کو بغیر نکاح کرنے کے ہی حمل ہو جانا تھا تو پھر اسے نکاح کے حکم سے مستثنیٰ کر دینا چاہئے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اب کسی عورت کو نکاح کرنے سے مستثنیٰ نہ کرنا صحت ثابت کرتا ہے کہ کسی عورت کو بغیر نطفہ کے حمل نہیں ہو سکتا کیونکہ عورتوں کو مردوں کی کھیتی قرار دیا گیا ہے اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ حمل اور اولاد کو خدا کی طرف منسوب کرنا اس کے صفات اور اقوال کے خلاف ہے کیونکہ اس سے دنیا میں شرک اور کفر پھیلتا ہے جس پر عیسائیوں کی مثال گواہ ہے جو حضرت مریم کے حمل کو روح القدس کی طرف منسوب کر کے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور اہل اسلام بھی یہ کہہ کر کہ حضرت مریم کو خدا کی خاص قدرت سے بغیر مرد کے حمل بتوان ان کی تائید کرتے ہیں مگر ایسے حمل سے پیدا شدہ لڑکے کو خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے حالانکہ حمل اور بیٹے کے تعلقات اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتے کہ حمل کا کہنے والا تو کوئی اور ہو مگر بیٹا کسی دوسرے کا کہلائے صاف ظاہر ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا ہونا چاہئے۔ مگر یہ نکتہ ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔ خدا جانے ایسے مسلمانوں کے لئے بیٹے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کون سا امر مانع ہے۔

(۲۹) غلام اور آزاد کی مثال

صَرَ بَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَ مَن
رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ مِثْرًا اَوْ جُحْرًا ط هَلْ
يَسْتَوِيْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط يٰۤاَكْثَرُ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ط ه (النحل ۱۱)

اللہ ایک غلام کی مثال بیان کرتا ہے جو دوسرے کے، اختیار میں ہے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا۔ ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنے مال سے اچھا رزق دیا ہے سو وہ اُس سے چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے (۱۴-۱۵)

اس آیت میں بتوں اور باطل معبودوں کو غلام بے اختیار سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ قُلْ اَلْعَبْدُ ذُو مِثْرٍ اَللّٰهُ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شِرْكًا وَّ لَا نَفْعًا لِّلْمُتَدٰعِیْنَ ﴿۱۰﴾ کہہ کیا تم اللہ کے سوائے اس کی عبادت کرتے ہو جس کو تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور نہ نفع کا (۱۰-۱۱) چنانچہ حضرت مسیح کو بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ انجیل کی یہ آیات اس پر شاہد ہیں۔

اُس وقت زبیدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اُس کے سامنے آکر سجدہ کیا اور اُس سے کچھ عرض کرنے لگی ہ اُس نے اُس سے کہا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اُس نے اُس سے کہا۔ فرما کہ یہ میرے دو بیٹے تیری بادشاہت میں ایک تیری دہتی اور

ایک تیری بائیں طرف بیٹھے ہ لیسوع نے جواب میں کہا تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو۔ جو پیالہ میں پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو، اُنہوں نے اُس سے کہا پی سکتے ہیں ہ اُس نے اُن سے کہا میرا پیالہ تو پیو گے۔ لیکن اپنے دہتے بائیں کسی کو بٹھا دینا میرا کام نہیں۔ مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا اُنہیں کے لئے ہے ہ

دستی باب ۲ آیات ۲۰ تا ۲۲)

اور حقیقی معبود کو اُس با اختیار شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے ماں میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور کسی کا محکوم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (الانعام)

” اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور وہ حکمت والا خبر دار ہے (۱۸)

وَاللّٰهُ خَرَّابِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ هٰلَمْ نَعْمٰنَا (۱۹)

” اور اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھے (۱۹)

بَلْ يَسْتَا۟لِٔا مَيْسُوْرًا مِّنْ لَّا يَنْفَعُوْنَ كَيْفَ يَشَآءُ ط رَا الْمَآدِهٖ ع ۱۹) ” بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ کھٹے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (۱۹ آیت ۶۴)

اَلَمْ اَلَمْ تَعْبُدُوْنَ مِن دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكَاطِرًا الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِن دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاسْكُرُوْا لِلّٰهِ ط اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ه النمل

” اللہ کے سوائے تم صرف بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ بناتے ہو وہ جن کی تم اللہ کے

سوائے عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کا اختیار نہیں رکھتے سوائے اللہ سے ہی رزق
چاہو اور اس کی عبادت اور اس کا شکر کر رہے تم اسی کی طرف لوٹنے جاؤ گے (۱۹)
اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ باطل معبود تو اپنے پرستاروں کو کچھ دے نہیں
سکتے کیونکہ وہ خود محتاج ہیں مگر حقیقی معبود اپنے بندوں کو اچھا رزق دیتا ہے جس میں
سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اسباب دونوں معبود کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مگر انہوں نے مشرکوں
کی سمجھ میں یہ بات نہیں بیٹھتی۔ حالانکہ حضرت مسیح خود خدا سے روٹی کے لئے دعا مانگا
کرتے تھے۔ کیونکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ ابن آدم کھانا پیتا آیا رہتا (۱۹)

(۳) گونگے اور بولنے والے کی مثال

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ
وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَأَيَّاتِ بَخَائِرِطِ هَلْ يَسْتَوِي
هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ط النحل ع ۱۰

اللہ دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے ایک ان میں سے گونگا ہے کوئی کام نہیں
کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے جبہر اسے بھیجتا ہے کوئی اچھا کام کر کے نہیں
آتا۔ کیا وہ اور ایسا شخص برابر ہیں جو اللہ کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے راستے
پر ہے (۱۹-۲۰) اس آیت میں بھی بتوں اور باطل معبودوں کو گونگے سے تشبیہ
دی گئی ہے جو لوگوں کو سیدھا راستہ بھی نہیں دکھا سکتے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ نَادُوا هُوَ هُمْ

فَلَيْسَ يُجِيبُوا لَكُمْ إِذْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ هَ أَتَاهُمْ أَرْجُلٌ
يَمْشُونَ بِهَا زَا مَ لَهُمْ أَيْدٍ تَبْتَطِشُونَ بِهَا زَا مَ لَهُمْ أَعْيُنٌ
يُبْصِرُونَ بِهَا زَا مَ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ط (الاعراف ۲۴)

وہ جن کو تم اللہ کے سولے پکارتے ہو تمہاری طرح بندے میں سوان کو پکارو تو
چاہئے کہ تم کو جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں میں جن سے وہ چلتے ہیں یا
ان کے ہاتھ میں جن سے وہ پکڑتے ہیں۔ یا ان کی آنکھیں میں جن سے وہ دیکھتے
ہیں یا ان کے کان میں جن سے وہ سنتے ہیں۔ (آیت ۱۹۲ و ۱۹۵)

قُلْ هَلْ مِنْ شَرٍّ كَأَيْسِكُمْ مَّنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ط (يونس ۴)
کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو صحیح راہ بتاتا ہے (۱۰-۳۵)

اور حقیقی معبود اللہ تبارک و تعالیٰ کو کلام کرنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے
جو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیات
سے ثابت ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (۱۳) اللہ تمہیں
انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے (۱۶-۹۰) قُلِ اللّٰهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ط (۱۳)
یَهْدِي إِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يَتَّبِعَ اَمَّنْ لَا يَهْدِي اِلَّا اَنْ يُّهْدَى
فَسَا لَكُمْ تَفْ كَيْفَ تَعْلَمُونَ ط (يونس ۴) کہہ اللہ ہی صحیح راہ بتاتا ہے۔

تو کیا وہ جو صحیح راہ بتاتا ہے زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یا وہ جو
خود راہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ اسے راہ دکھائی جائے۔ تمہیں کیا ہو گیا

تم کو یہاں عیدہ کرتے ہو۔ (۱۰-۳۵) اس مثال سے یہ بتایا گیا ہے کہ سیدھا راستہ نہ دکھانے والا باطل معبود اور صحیح راہ دکھانے والا سچا معبود کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مگر افسوس مشرکوں کی سمجھ میں یہ نکتہ ہرگز نہیں بیٹھتا۔

(۳۱) اسودہ حال لہتی کی مثال

خَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا
رِزْقُهَا رَحْمَةً مِنَّا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ النحل ع ۵۵

اور اللہ ایک لہتی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن اور اطمینان کی حالت میں تھی اس کی روزی ہر جگہ سے اس کے پاس بافراغت آتی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا اس کا بدلہ جو وہ کرتے تھے (۱۱۲ آیت)

یہ مثال ہر لہتی پر صادق آسکتی ہے جو امن اور اطمینان کی حالت میں رہ کر اللہ کی نعمتوں اور آسائشوں سے فائدہ اٹھائے اور رزق بافراط پا کر آسودگی کی حالت میں زندگی گزارے مگر خوشحالی کی حالت میں خدا کو بھول جائے اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے اور اس کی نافرمانی شروع کرے۔ تو اس پر پشیمان اور خنک کی مصیبتیں نازل ہوں گی۔ جیسا کہ اہل مکہ پر اس وقت نازل ہوئی تھی۔ انہوں نے اللہ اور رسول کی یہاں تک مخالفت کی کہ آنحضرت کو لکھنے سے

سے ہجرت کرنی پڑی۔ حالانکہ اہل مکہ اس سے پہلے امن اور اطمینان کی حالت میں تھے اور با فراغت روزی پا کر آسودہ زندگی گزارتے تھے۔ اس مثال سے یہ سمجھا جا گیا ہے کہ انسان خوشحالی کی زندگی میں خدا کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ کیونکہ خدا کی نعمتوں کا انکار کرنا اور ناشکر گزار ہونا گویا اپنے آپ کو دکھوں اور مصیبتوں میں ڈالنا ہے

(۳۲) رسول اللہ کے لئے کافروں کی مثالیں

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبَ بَرِّكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

سَبِيلًا ۝ رِبِّيْ اسْرَابِيْع ۝ الْفِرْقَانِ ع ۱۱ دیکھو تیرے لئے کیسی مثالیں

بیان کرتے ہیں۔ سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں پس رستہ نہیں پاسکتے (۱۶-۱۸ و ۲۵-۲۹)

مثالیں بیان کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفار و کفرت کو کون کون سے شبیہ دیتے

تھے۔ کبھی ساحر کہتے۔ کبھی استہزا کرتے۔ اور کبھی مجنوں کہتے۔ جیسا کہ ذیل

کی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ

إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ ط (الحجر ع ۱) اور کہتے ہیں اے شخص جس پر نصیحت اتاری

گئی ہے۔ یقیناً تو پاگل ہے (۱۵-۱۶) تَحْنُ أَعْمَاءُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ

بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ

إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝ رِبِّيْ اسْرَابِيْع ۝ ۱۵ ہم خوب

جانتے ہیں جیسا وہ سنتے ہیں جب تیری طرف کان لگاتے ہیں اور جب یہ

شعبیہ مشورہ کرتے ہیں۔ جب ظالم کہتے ہیں کہ تم صرف ایک جادو کئے ہوئے

مرد کی پیروی کرتے ہو (۱۶ - ۱۷) وَقَالَ الَّذِي كَفَرَ وَإِنَّ هَذَا
 إِلَّا فُكٌّ نَارِيَةٌ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ وَقَالُوا
 أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اکتبہا فی تملة علیہ بکرة و اھیلاہ
 الفرقان ع ۱) اور جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ تو نرا جھوٹ ہے جو اس نے گھڑ لیا ہے
 اور اس پر اسے اور لوگوں نے مدد دی ہے اور کہتے ہیں یہ لوں کی کہانیاں ہیں
 جو اس نے لکھوائی ہیں سو وہ اس پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں۔ (۲۵ - ۲۶) ۵
 وَقَالُوا مَا هَذَا الرَّسُولُ يَا كَلِّ الطَّعَامِ وَيَمْسِئُ فِي الْأَسْوَاقِ ط
 وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْجُورًا (الفرقان ع ۱)
 اور کہتے ہیں یہ کیا رسول ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں ہلپتا پھرتا ہے۔
 (۲۵ - ۲۶) اور ظالم کہتے ہیں تم صرف ایک سحر والے آدمی کی پیروی کرتے ہو (۲۵ - ۲۶)
 وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (القلم ع ۲) اور کہتے ہیں یقیناً یہ دیوانہ ہے
 (۲۸ - ۲۹) صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالت آپ رسول اللہ کی شان میں ایسے
 گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ کہنے والے کبھی ہدایت نہیں پاسکتے۔ اس مثال
 سے یہ سکھلایا گیا ہے کہ آنحضرت کی شان کے خلاف کوئی گستاخی یا بے ادبی کے
 الفاظ ہرگز نہ کہے جائیں۔ کیونکہ اس سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

(۳۳) کافر اور مومن کی مثال

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ

مِنْ أَعْنَابٍ وَخَمْفِئِهِمَا يُنْخَلُ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا وَجَعَلْنَا
 الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أَكْطَافَهُمَا وَرَكْمَ أَكْطَافِهِمَا مِنْهُ شَيْئًا وَجَعَلْنَا خِلَافَهُمَا
 نَهْرًا لَهُ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا
 أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفْسًا وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ
 قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا وَمَا
 أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُودْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ
 خَيْرًا مِنْهَا مُتَقَلِّبًا قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ
 بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْمَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ
 رَجُلًا هَلْ كُنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا وَكَوَدُّ
 لَا يَدْخُلُ جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا تُؤْتِيهِ إِلَّا بِاللَّحِقِ
 إِن تَوَيْبًا أَنَا أَقْلُ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا هَلْ عَسَيْتَ رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنَّكَ
 خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبَرُ
 صَعِيدًا زَلَقًا أَوْ يُصْبِحَ مَا دَهَا غَدْرًا فَنَنْ تَسْحَبِيعَ لَهُ
 طَلِبَاءَ وَأُحْيَطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَيْهِ عَلَىٰ مَا أَلْفَقَىٰ
 بَيْنَهَا مَهْيَ خَيْرِ بَيْتٍ عَلَىٰ عُرْوَةِ شَهَا وَيَقُولُ يَا رَبِّ انزِلْ
 بِرَبِّي أَحَدًا (الکھف ۷۵) اور ان کے لئے دو شخصوں کی مثال بیان
 کر رہی ہیں سے ایک کے لئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان کے

گرہاگر و کھجوریں لگائیں اور ان دونوں کے درمیان کھینچی لگائی نہ دونوں باغ
 اپنے پھل دیتے تھے۔ اور اس میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ اور ان دونوں کے
 درمیان ہم نے نہز بہائی تھی اور اس کے پاس طرح طرح کا مال تھا۔ تو اس نے
 اپنے ساتھی کو کہا اور وہ اس سے باتیں کر رہا تھا بیس مال میں تجھ سے بڑھ کر ہوں
 اور تجھے کے لحاظ سے غالب تر ہوں۔ اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور وہ اپنے
 آپ پر ظلم کرنے والا تھا کہنے لگا میں یقین نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔ اور میں
 یقین نہیں کرتا کہ قیامت آئے۔ اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی جاؤں
 تو یقیناً لوٹنے کی جگہ اس سے بہتر جاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اسے کہا اور وہ
 اس سے باتیں کر رہا تھا کیا تو اس کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے امٹی سے پیدا کیا
 بھر لطف سے پھر تجھے پورا انسان بنا یا لیکن میں رہا تا ہوں کہ وہی اللہ
 میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور جب تو اپنے
 باغ میں داخل ہوا کیوں نہ تو نے کہا جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اللہ کے
 سوائے کوئی بھی قوت نہیں اگر تو مال اور اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر سمجھتا ہے سو
 امید ہے کہ میرا سب کچھ تیرے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور اس پر آسمان سے
 بنا بھیجے تو وہ خالی زمین پھیل میدان رہ جائے۔ یا اس کا پانی اتر جائے پھر تو
 اسے نکال نہ سکے۔ اور اس کا مال و دولت تباہ کر دیا گیا۔ تو اس پر اپنے ہاتھ
 ملنے لگا جو اس پر خرچ کیا تھا۔ اور وہ میدان تھا اپنی چھتوں پر گرا ہوا۔ اور

کھینے لگانے کا ش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اس کے لئے کوئی جتھانہ تھا۔ جو اللہ کے سوائے اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کرے۔ وہاں امتیاز اللہ کے لئے ہے جو حق ہے وہی بدلائتے میں چھا اور اچھا انجام لانے میں بہتر ہے۔ (۱۸ آیت ۳۲ تا ۴۲)

اس مثال سے ذیل کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔ (۱) اسودگی کی حالت میں فخریہ لہجہ میں دوسرے کو حقیر سمجھ کر یہ ہرگز نہ کہے کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور میرا جتھا زبردست ہے (۲) خدا کی ناشکری اور ناحق کے عروسے اترانے ہوئے یہ کبھی نہ کہے کہ مال و دولت اور جتھا کبھی تباہ نہیں ہوگا اور قیامت نہیں آئے گی اور اگر آئے گی بھی تو میں بہتر جگہ پاؤں گا (۳) اپنے خالق کا کبھی انکار نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ مال و دولت اور اولاد سب کچھ اسی نے دیا ہے اور وہ اسے لے بھی سکتا ہے کیونکہ جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔ (۴) طانت و حسرت شان و شوکت اور مال و دولت کے تباہ ہو جانے پر انسان ایسا محتاج ہو جاتا ہے کہ کوئی اس کی مدد بھی نہیں کرتا (۵) تکبر اور ناشکری کی سزا ضرور مل کر رہتی ہے کیونکہ یہ دونوں خصلتیں خدا کو ناپسند ہیں۔ (۶) اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

(۳۴) رسول اللہ کی بشریت کی مثال

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ
وَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ

﴿وَلَمْ يَكُن لِّلَّ فِتْنَةٌ يَبْصُرُ رُؤْيَاهُ مِنَ رُؤْيِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُتَمَهِّمًا هُنَالِكَ الْوَلَايَةَ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ وَأَبَا وَخَيْرٌ عَقِبًا ۝﴾

يَعْبَادَاتِهِ كَرِيهَةً أَحَدًا ۝ (الکھف ع ۱۲) کہہ میں صرف تمہاری طرح بشریوں
 لیکن، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے جس کو کوئی
 اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو چاہئے کہ وہ اچھے عمل کرے اور اپنے
 رب کی عبادت میں کسی شریک نہ کرے (۱۸ آیت ۱۱۰) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُمُ اللَّهُ وَاحِدًا فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا
 وَيُولِئِ لِلْمُشْرِكِينَ ۝ (رحم السجد ع ۱۱) کہیں صرف تمہاری طرح ایک
 انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو
 اسی کی طرف سیدھی راہ پر لگے رہو اور اس کی حفاظت مانگو اور مشرکوں کے
 لئے افسوس ہے (۴ آیت ۶) يٰقِيْنَاَ اللّٰهُ كَا شَرِيْكَ لَكُمْ طٰغُوْتًا بَرًا اَكْبٰهَ ۝

ذکورہ بالا آیات میں بشر کی مثال سے کہ ایک تو لوگوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ بشر
 کے لئے ایک بشر رسول ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ زمین کی سطح پر انسان ہی آباد ہیں۔
 تاکہ وہ آسانی سے اس کی پیروی کر سکیں۔ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو اس صورت
 میں فرشتہ رسول ہی بھیجا جاتا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ قُلْ لَوْ كَان فِي الْأَرْضِ
 مَلَائِكَةٌ يَّنشُرُونَ مَطَپِينَ لَنزَلْنَا عَلَيْهِم مِّن السَّمَاء مَلَكًا
 رَّسُولًا ۝ (نہی اسراء ع ۱۱) کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے
 تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے (۱۷ - ۹۵)

دوسرے، سمجھایا گیا ہے کہ حضرت محمدؐ یقیناً بشر ہی تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی وحی

دعویٰ ان پر نامزد ہوتی تھی۔ جو انہیں عام انسانوں پر فوقیت شے کرتا زکرتی تھی۔

اس لئے وہ اللہ کے رسول بھی تھے جن کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا۔

اگر انسان ان کی پیروی کرے اللہ کا محبوب بن جائے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت

ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے۔

(اور تم انہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحیم کرنے والا ہے (۳۱-۳۲))

تیسرے یہ سمجھا یا گیا ہے کہ رسول اللہ کا درجہ بڑھا کر عیسائیوں کی طرح نہ ہو جانا یہ حدیث

اس پر شاہد ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ منبر پر کھتے تھے کہ میں نے نبی

کو سافر لے گئے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم

کے حق میں کیا ہے میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس

کا رسول بخاری کتاب الانبیاء اگر انہیں صرف عیسائی بلکہ مسلمان بھی حضرت مسیح کا درجہ بڑھاتے ہیں۔

علاوہ انہیں یہ لگتا بھی قابل غور ہے کہ ایشیا کے کفار اور مشرکین کی یہ ذہنیت

تھی کہ انہوں نے رسولوں کو اپنے جیسے کھاتے پیتے انسان سمجھ کر ان کی رسالت سے

ہی انکار کر دیا جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ

يُؤْمِنُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَنْ نَهْدِيَ إِلَيْهِمْ سَبِيلًا

سورہ بقرہ (۱۱) اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہ

ہوئی جب ان کے پاس ہدایت آئی۔ مگر یہ کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک

انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (۱۶-۱۷) گویا انسان کو رسول بننے سے قابل نہیں سمجھتے تھے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ عَلَمٌ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (آل عمران ۳۴)

وَلَيْتَ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ فَأَذِئْتُمْ مِنْ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْمُؤْمِنِينَ (۱۳۴)
 اور اگر تم اپنے جیسے ایک انسان کی اطاعت کرو گے تو اس حال میں تم یقیناً نقصان
 اٹھائے دے ہو گے (۲۳ - ۳۴) مگر یورپ اور امریکہ کے کفار اور مشرکین کی
 یہ ذہنیت ہے کہ انہوں نے ایک رسول حضرت مسیحؑ کو اپنے پوتے اور پوتے
 مونسے انسان کو نہ صرف خدا بلکہ خدا کا بیٹا ہی بنا لیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ
 لوگ ابھی تک خدا کی ہستی اور اس کی صفات سے ہی قطعاً نا پید ہیں۔ انہیں
 نہیں سمجھتے کہ عورت سے پیدا شدہ انسان کبھی بھی نہ تو خدا ہو سکتا ہے اور
 نہ خدا کا بیٹا۔ بلکہ وہ تمام عمر انسان ہی رہتا ہے۔

(۱۳۵) باطل معبودوں کی کمزوری کے لئے مکھی کی مثال

يَا أَيُّهَا النَّاسُ خِرَابٌ مَثَلٌ فَاذْكُرُوا اللَّهَ طَرَفًا الَّذِي تَدْعُونَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ طَرَفًا لَيْسَ لَهُمْ
 الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ
 مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَتَّى قَدِرَ طَرَفًا اللَّهُ لَقَوْمٌ كَفِرُوا بِالْجَمْعِ (۱۳۵)
 اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ سو اسے سن رکھو وہ جنہیں تم اللہ کے
 سولے پکارتے ہو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ گو وہ سب اس کے لئے اکٹھے جائیں

لے اللہ کا تو یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ خدا کے پکارتے جاتے ہیں۔ وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ مگر اہل اسلام
 یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے جو عیسائیوں کے معبود ہیں، اچھا گاڑا اور دیگر عبادتوں کے لئے۔ عبادت
 ظاہر سے کہ اللہ کے قول کی تردید کر کے الوہیت مسیحؑ کی تائید کرتے ہیں۔ سو اسے

اور اگر کبھی اُن سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اُسے اُس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں اُنہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جس طرح اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ یقیناً اللہ طاقتور غالب ہے (۲۲ - آیت ۳۱ و ۳۲) خدا کا شریک ٹھہرانے والے بتوں کو پوجنے والے رکھاتے پیتے انسانوں کو خدا بنانے والے عقل سے اتنے کوڑے ہوتے ہیں۔ کہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اتنے کمزوروں کو جو ایک کبھی بھی نہیں بنا سکتے اور نہ کبھی سے کوئی چیز چھڑا سکتے ہیں کیوں اپنا معبود بنایا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب معبود کمزور ہے تو پھر اس کی عبادت کرنے والا کیونکر کمزور نہ ہو۔ اب دنیا بھر کے عیسائی حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ مگر وہ خود اتنے کمزور تھے کہ یہودیوں سے مار کھائے۔ جیسا کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے۔ اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھے میں لٹاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت سے تیا کس نے تجھے مارا (لوقا ۲۲ - ۶۳ و ۶۴) نہ صرف حضرت مسیح کمزور تھے بلکہ انہیں خدا ٹھہرانے والے بھی کمزور ہیں۔ کیونکہ جب کبھی اُن سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ مار کھاتے وقت حضرت مسیح انسان تھا یا خدا۔ تو پھر کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ حالانکہ اُن کا مار کھانا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا۔ کیونکہ خدا کبھی بھی انسانوں سے مار نہیں کھا سکتا۔ افسوس عیسائی آج تک اتنا نہ سمجھ سکے کہ خدا کیسا ہونا چاہئے۔ اور اس کے صفات کیسے ہوتے چاہئیں۔ اس مثال

سے یہ سکھایا ہے کہ معبود وہ ہونا چاہئے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے کیونکہ وہ سب پر غالب اور سب سے طاقتور ہے۔ اسی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

(۳۶) اللہ کے نور کی مثال

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْقَاتٍ مِنْهَا
 وَصَبَّاحٍ ط أَلْمُضَاهِ فِي زُجَّاجَةٍ ط الزُّجَّاجَةُ كَأَنْهَاءِ كَوْكَبٍ
 دَرِيٍّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَ
 لَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَوَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ
 عَلَى نُورٍ ط يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ط وَيَضْرِبُ اللَّهُ
 الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (النور ع ۵) اللہ

آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے
 ایک طاق جس میں ایک چراغ ہے۔ چراغ ایک شیشہ میں ہے۔ شیشہ گویا
 ایک چمکتا ہوا تارہ ہے۔ (چراغ) ایک بابرکت زیتون کے درخت سے روشن
 ہو رہا ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی سے
 گواہی دے گا بھی نہ چھوئے۔ روشنی پر روشنی ہے اللہ اپنے نور کے لئے جیسے
 جانتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور

اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۲۴-۳۵)

چونکہ نور سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں کو صحیح رستہ مل جاتا ہے اس

اللہ کے نور کی مثال چراغ سے دی گئی ہے کیونکہ وہ بھی اندھیرے کو ہٹا
 دیتا ہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید
 اور رسول اللہ کو بھی نور کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی لوگوں کو کفر اور شرک سے اندھیرے
 سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ اور حقیقی معبود کی وہ راہیں دکھاتے
 ہیں جن پر چلنے سے انسان نہ صرٹ مڑا گا نور بلکہ اس کا قرب بھی حاصل
 کر سکتا ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ
 كُمْ بَرِّهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ كَمَا نَزَّلْنَا لَكُمْ نُورًا مِّنْ سَمَوَاتِنَا فَأَمَّا
 الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآخِذُوا بِهِمْ تَسِيئَاتِهِمْ خَلْفَهُمْ فِي رَحْمَةٍ
 مِّنْهُ وَفَضْلٍ لَّا يَصُدُّهُمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (النساء) ۲۲**
 لے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے۔
 اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا نور نازل کیا ہے۔ سو وہ لوگ جو اللہ
 پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو وہ اپنی طرف سے رحمت اور
 فضل میں داخل کر کے گا۔ اور ان کو وہ اپنی طرف سے سیدھی راہ پر چلائے گا۔
وَمِنْ آيَاتِهِ تَنزِيلُ كِتَابٍ مُّبِينٍ (النور) ۲۴
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آيَاتِنَا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النور) ۳۱
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلِّ مَأْكَلٍ وَمَأْتِلَةٍ ذَلِكُمْ وَجَاهٌ لِّكُمْ لِتُذَكَّرُوا بِهِ (النور) ۳۲
 (المائدہ) ۳ "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کرتے والی کتاب

آچکی ہے۔ اس کے ساتھ اللہ اُس کو جو اس کی رونا کی پیروی کرتا ہے سلاستی
 کی راہوں پر چلاتا ہے اور اپنے حکم سے اُن کو اندھیرے سے روشنی کی طرف
 نکال لاتا ہے۔ اور اُن کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے (۵ آیت ۱۷۱)
 كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ
 بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَيْنِ بِيْزِ الشَّجَرِ ۗ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ
 رُبْحٰنٍ يُرِيْ طَرَفَ الْاُتَادِ ۗ تا کہ لوگوں کو اُن کے رب کے حکم سے اندھیرے
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ اُس کے رستہ کی طرف جو غائب تعریف
 کیا گیا ہے (۱۴ آیت ۱)

بلاشبہ اللہ کا نور اُس جگہ ملتا ہے جہاں اُس کا ذکر اور اس کی تسبیح و ثناء
 کی جاتی ہے۔ اور ایسے ایجا نداروں کو ملتا ہے۔ جنہیں دنیا کا کاروبار اللہ کے
 ذکر سے اور اس کے احکام پر چلنے سے غافل نہیں کرتا۔ یہ آیات اس پر گواہ
 ہیں۔ فِيْ يَوْمِئِذٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعَ رِيْدًا كَرِيْمًا ۗ اَسْمٰوٰتِهٖا
 لَهَا فِيْهَا رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ
 عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاَتَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتٰنَا الزَّكٰوةَ عَنْ يَّخَافُوْنَ
 يَوْمًا تَتَّقِبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَاَلْاَبْصَارُ ۗ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ اَحْسَنَ
 مَا عَمِلُوْا وَاَنْزِلَ مِنْ سَمٰوٰتِهٖم مَّغْضِبًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ
 لِيَغْيُرَ حِسَابًا (السورۃ ۷۵) اُن گھروں میں ہے جو اللہ نے حکم دیا ہے

کہ بلند کئے جائیں۔ اور اُن میں اس کا نام یاد کیا جائے اُن میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں (ایسے) لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی اُن میں سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ تاکہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ سے جو وہ کرتے تھے۔ اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے۔ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (۲۴ آیت ۳۶ تا ۳۸) اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ رسول کریم اور قرآن حکیم کی پیروی کرنے سے ہی یہ نوری لگے گا۔ کیونکہ وہ خود نور ہیں۔

(۳۶) مشرکین کی کمزوری کے لئے مکڑی کی مثال

اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِذَا أَخَذَتْ
بَيْتًا طَرَفًا أَوْ هُنَّ الْبَيْوتِ لَبَّيْتُ الْعَنْكَبُوتِ مَرَوْ كَأَرَاهُمْ
يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَعَلَّمَهُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (العنكبوت ع ۴۰) "اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کو
چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بناتے ہیں مکڑی کی مثال کی طرح ہے وہ ایک گھر
بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش یہ جانتے۔
اللہ اس کو جانتا ہے جو وہ اس کے سوائے کسی چیز کو پکارتے ہیں۔ اور وہ
غالب حکمت والا ہے (۲۹ آیت ۴۱ و ۴۲) اِن آیات میں مشرکین کو مکڑی سے

تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جیسے مکڑی اپنے گھر کو بڑا مضبوط سمجھتی ہے حالانکہ وہ بہت کمزور ہوتا ہے اسی مشرکین اپنے باطل معبودوں کی پشت و پناہ کو بڑا مضبوط سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خود اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ یہ دعائے کرتے ہیں کہ ”یہ موت کا پیالہ ٹل جائے“ مگر یہودیوں نے انہیں صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ جس طرح مکڑی کا جالا ایک ہی اشارہ سے ٹوٹ جاتا ہے ٹھیک اسی طرح جھوٹے معبود بھی ایک ہی اعتراض سے اڑ جاتے ہیں۔ کہ مخلوقات اپنے خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔ مثلاً حضرت مسیحؑ فرشتوں سے ارنے بنائے گئے تھے (عبرانیوں ۲-۹) لہذا وہ خدا نہیں ہو سکتے مگر اس بات کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو سمجھ دار اور عقلمند ہیں۔ کم عقل لوگوں کی سمجھ میں یہ بات ہرگز نہیں سمجھے گی۔ جیسے مکڑی کا جالا مصیبت کے وقت کچھ کام نہیں آتا اسی طرح جھوٹے معبودوں کا آسرا بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پکارتا اور نہ پکارتا برابر ہے اس مثال سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کو جو سب سے طاقتور اور جہازوں کا پروردگار ہے اُسے اپنا معبود بناؤ اور اسی سے دعائیں مانگو کیونکہ وہ ہماری حاجتوں کو جاننے والا ہے۔

(۳۸) غلام اور آقا کی مثال

خَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ طَحَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ

أَيْمَانُكُمْ مِّنْ نَّسَرِ كَأَنَّ فِي مَآرِزِكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ

تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ط كَذَلِكَ نَقِصِلُ الْآيَاتِ

لَقَدْ مِرَّ يَعْقِلُونَ ۝ وَالرُّومَ ۝) وہ تمہارے لئے تمہاری اپنی مثال بیان کرتا ہے کہا ان میں سے جن کے تمہارے واسطے ہاتھ مالک ہیں اُس رزق میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ کوئی تمہارے شریک نہیں کہ تم سب اُس میں برابر ہو ان کی تم ایسی پرہیزگار تھے جو جیسے اپنی پرہیزگار تھے ہو، اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں (۲۸-۳۰)

اس آیت میں مشرکین کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ جب تم اپنے غلام کو اپنے مال و متاع دولت و حشمت و شان و شوکت اور جاہ و جلال اور آزادی میں اپنے برابر کا حصہ دینے نہیں سمجھتے اور نہ ہی اُن کو اپنی برابر ہی کا درجہ دیتے ہو حالانکہ وہ بھی تمہاری طرح بتی نوع انسان ہیں تو پھر مخلوق کو خالق کے برابر کس طرح ٹھہراتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو ہستی اپنے درجہ کی ہوا سے اپنا معبود ست بناؤ بلکہ اُسے اپنا معبود بناؤ جس نے نہ صرف تمہیں بلکہ تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (البقرة ع ۳)** "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو" (۲۱-۲۲) صاف ظاہر ہے کہ معبود کی ہستی نہ صرف بہت بلکہ اور اعلیٰ ہوئی چاہئے بلکہ اس کی صفات بھی جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے (سورہ حشر رکوع ۳)

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ

الرَّحِيمُ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْتَمِنُ

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ہ وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود

نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جانتے والا وہ بہر بیان اور رسم کرنے والا ہے وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں

بادشاہ - پاک - سلا منی والا امن دینے والا تمہارا غالب بگڑنے کو بنانے والا سب بڑائیوں کا مالک اللہ اس سے پاک ہے اور وہ نہ کہتا ہے

(۳۹) گاؤں کے رہنے والوں کی مثال

وَاحْتَرِبَ لَهُمْ مَثَلًا أَحْمَلِبَ الْقَصْرِ يَتِيهِمْ إِذْ جَاءَ عَمَّهَا الْمُرْسَلُونَ

إِذْ أُرْسِلْنَا إِلَيْهِمْ اثْنَيْنِ فَكُنَّا بَوْهَمَا فَخَرَ زُنَّا بِشَائِلٍ فَقَالُوا

إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ه قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا

أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكِيدُونَ ه قَالُوا

رَبَّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ه وَهَذَا عَيْنُنَا إِلَّا الْبَلَاءُ

الْمُبِينُ ه قَالُوا إِنَّا نَطِيرُنَا يَوْمَ رَبِّهِمْ لَعَنَ لِمُ

تَتَهُوُ الْفَرَجِ جَنَّتُمْ وَ لِمَسَّنَّكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ه

قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ طَائِرِينَ ذُكِّرْتُمْ ذَيْسَ ۲۴

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ه وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ

رَجُلٌ يُسْعَى زَقَالَ لِقَوْمٍ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ه اتَّبِعُوا مَنِ

لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ه ذَيْسَ ۲۴" اور ان کے

لئے گاؤں کے بیٹے والوں کی مثال بیان کر جہنم کے پاس رسول آئے جب ہم نے ان کی طرف
دور رسول بھیجے تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا تب ہم نے تیسرے سے فوت دی۔ سو انہوں نے کہا ہم
تمہاری طرف رسول ہیں۔ انہوں نے کہا تم تو ہماری طرح انسان ہی ہو۔ اور تمہیں کچھ نہیں
اتار تم جھوٹ ہی کہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا رب کا شاہ ہے کہ ہم تمہاری طرف ضرور بھیجے گئے ہیں ماورہما دونوں
سوائے کھول کر پہنچانے کے اور کچھ نہیں انہوں نے کہا ہم نے تمہیں منحوس پایا اگر تم باز نہ آؤ ہم
تمہیں پتھر ماریں گے۔ اور ہماری طرف سے ضرور تمہیں دکھ پہنچے گا۔ انہوں نے کہا تمہاری دوست
تمہارے ساتھ ہی ہے۔ کیا اس لئے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے گزرنے والے
لوگ ہو۔ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا آستے کہا اے میری قوم رسولوں
کی پیروی کرو ان کی پیروی کرو جو تم سے اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں (۳۳-۱۳، ۲۱)
اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ نیک نصیحت کرنے والے کو ہرگز برا نہ کہا جائے
خواہ اس کی بات کو نہ ہی مانا جائے۔ آخر کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ اس کی تائید کے لئے گھبرا
ہو ہی جاتا ہے۔ آخر تمام نبیوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

(۴) اللہ کے لئے کافروں کی مثالیں

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ
قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (۵۶)

اور ہمارے لئے ایسا اور بات بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہتا ہے کون ہڈیوں
کو زندہ کرے گا۔ جب وہ گل چکی ہوں گی کہہ انہیں وہی زندہ کرے گا۔ جس نے انہیں پہلی بار

بنایا اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے (۳۶ - ۴۸ و ۴۹) کافر اور مشرک کبھی تو خدا کیستی کا ہی انکار کر دیتے اور کبھی اس کا شریک ٹھہراتے اور کبھی یہ کہہ دیتے کہ اللہ مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا اور کبھی کہتے کہ بیوں اللہ ہم سے کلام نہیں کرتا یا ہمارے پاس نشان نہیں آتا اور کبھی یہ بیان کرتے کہ خدا نے فلاں عورت کو اپنی قدرت سے حمل کیا لہذا وہ صاحب اولاد ہے غرضیکہ ایسی باتیں بتاتے جو صریحاً خدا کی شان کے ثبوت یا نہ ہوتی ہیں اس لئے ایسی مثالیں دینے کی مانع کی گئی۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ **فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ النحل ع ۱۰**

پس اللہ کے لئے مثالیں بیان نہ کرو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۱۰ - ۱۶) اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں بیان نہ کریں جو اس کی ذات، صفات اور شان کے خلاف ہوں۔ کیونکہ یہ سراسر گمراہی کا نشان ہے

۱۱۴، مشرک اور موحّد کی مثال

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَسْرَكَمَا بَيْنَهُمَا كِسْفٌ مِّنَ الذَّهَبِ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ لَّهِ يَسْتَوِينَ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا

اللہ نے دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے۔ ایک آدمی ہے جس میں کئی مالک، ایک دوسرے سے جھگڑنے والے شریک ہیں اور ایک آدمی جو پورے طور پر ایک آدمی کا رُکھ ہے، کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے سب تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے (۲۹ - ۳۹)

اس آیت میں اس شخص کو جو کئی جھگڑا لو آقاؤں کا غلام ہے مشرک سے تشبیہ

دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ بھی کئی جھوٹے معبودوں کا غلام ہوتا ہے جیسے نوکر کی طاقت سے یہ باہر ہے کہ مختلف لہجیت اور مختلف خیالات کے تمام آقاؤں کو خوش رکھے اسی طرح مشرک کی طاقت سے یہ باہر ہے کہ مختلف مزاج کے باطل معبودوں کو خوش رکھے سنا ظاہر ہے کہ اگر ایک کو راضی کرے گا۔ تو دوسرا ناراض ہو جائے گا۔ جیسے نوکر اپنے آپ کو کئی مالکوں کا غلام سمجھتا ہے اسی طرح مشرک بھی اپنے آپ کو کئی جھوٹے معبودوں کا غلام سمجھتا ہے۔ جیسے نوکر بہت سے مالکوں کی خدمت کرنے سے خوش نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح مشرک بھی جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے سے اطمینان نہیں پا سکتا۔ اور اس شخص کو جو ایک آدمی کا لڑکے سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ ایک ہی شخص کا بندہ ہوتا ہے جیسے غلام اپنے ایک مالک کے حکموں کی فرمانبرداری کر کے اسے خوش رکھ سکتا ہے اسی طرح موجد اپنے رب کے احکام کی پیروی کر کے اسے راضی رکھ سکتا ہے۔ اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان ایک خدا کا پتلا ہو کر ہے اور اسی کی خوشنودی کو مد نظر رکھے اور اسی کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ باطل معبودوں کا پتلا کبھی ایک طرف جاتا ہے اور کبھی دوسری طرف گویا اطمینان کی حالت میں نہیں رہتا۔

(۴۲) کافروں کے لئے سزا کی مثالیں

وَأَكْمَدُ أَرْسَلْنَا مِنْ بَنِي إِدْرِيسَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَجَعَلْنَا

مَثَلُ الْآقَابِينَ ۝ (الزخرف، ع ۱۰) اور کہتے ہی نبی ہم نے پہلوں میں کھینچے اور
 اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا۔ مگر وہ اُس سے منہی کرتے تھے۔ سو ہم نے
 انہیں ہلاک کر دیا جو قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے۔ اور پہلوں کی مثال گذر چکی۔
 ۲۳ آیت ۸ تا ۱۰، وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ذَلِكَ
 بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا
 فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 دَمَرُوا اللَّهُ عَلَيْهِمْ زَلِيلًا لَكُفْرِهِمْ مِنْ أَمْثَلِهِمْ ۝ (محمد، ع ۱۰) اور جو کافر
 ہیں ان کے لئے ٹھوکر پی کھانا ہے۔ اور ان کے عمل برباد کر دے گا یہ اس
 لئے کہ انہوں نے ہمسے ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا سو اُس لئے ان کے عمل بیکار
 کر دیئے تو کیا وہ زمین میں پھرے نہیں پس وہ دیکھ لیتے کہ ان کا انجام کیسا ہوا
 جو ان سے پہلے تھے۔ اللہ نے ان پر تباہی بھیجی اور کافروں کے لئے اس
 جیسی سزائیں اسی ہیں (۱۰ - ۸ تا ۱۰)

جو نیک کافر لوگ رسولوں سے منہی کرتے تھے۔ اور اللہ کی نازل شدہ
 کتاب کے مطابق عمل کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہذا ان کے عمل بے کار کر
 دیئے گئے بلاشبہ جو لوگ اپنے اعمال سے کلام اللہ کی تکذیب کریں گے
 ان کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ اس مثال سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے
 کہ قرآن کریم پر عمل کرنا پسند کریں ورنہ ان کے اعمال بھی ضائع کر دیئے

جائیں گے۔ اور حق بات کو منہسی میں نہ اڑائیں ورنہ عذاب الہی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا رَالْبَقْرَةَ ۚ (۲۹) ” اور اللہ کی باتوں سے منہسی نہ کرو۔ (۲۱-۲۳) ذَالِكَ جَزَاءُ هُمُ يَهْتَمُّ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا (۱۲) ” یہ ان کی سزا ہے یعنی دوزخ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کو منہسی بنایا (۱۸ آیت (۱۰۶)

(۲۳) ابن مریم کی مثال

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ
وَقَالُوا آءِ اِلهُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ط مَا ضَرَبُوهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ط بَلْ
هُمُ قَوْمٌ مِّنْ خَصِمُونَ ۗ ” اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس پر چلا اٹھتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ یہ کسے تیرے لئے بیان نہیں کرتے مگر جھگڑنے کو۔ بلکہ یہ لوگ جھگڑا لیا ہی ہیں (۲۳-۵۸) مذکورہ بالا آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب بت پرست یہ دیکھتے تھے کہ آنحضرتؐ حضرت مسیحؑ کی تو عزت کرتے ہیں مگر ان کے معبودوں کی نہیں کرتے۔ اس لئے وہ کہتے تھے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں۔ یا علیؑ یہ عرب کے معبود تھے۔ اور حضرت علیؑ دوسری قوم کے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ لائٹ منات وغیرہ تو اہل عرب کے معبود تھے اور حضرت علیؑ عیسائیوں

کے معبود تھے تو وہ اس بات پر چلا اٹھتے تھے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک غیر قوم کے معبود کی تو عزت کی جاتی ہے مگر اپنے ملک کے معبودوں کی کوئی عزت نہیں کی جاتی اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس کی عزت اس وجہ سے ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ بندہ تھا۔ نہ اس وجہ سے کہ عیسائیوں نے اس کی دعا کے بعد اسے اپنا معبود بنا لیا۔ حالانکہ وہ خود لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا تھا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي لَكُمْ بُيُوتًا وَيُرْسِلُ إِلَيْكُمْ زُبُرًا مِنْ أَنْفُسِكُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْرِكِيكُمْ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

المائدہ ۷۴۔ "یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے اور مسیح نے کہا ہے نبی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ (۵ آیت ۷۲)

اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنی زندگی بھر میں کبھی پہر نہیں کہا کہ میں خدا ہوں کیونکہ عورت کا جنا ہوا خدا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا جنا نہیں جاتا گویا بار بار ابن مریم کہہ کہ حضرت مسیح کی الوہیت کی تردید کی گئی ہے۔ چوتھے کسی اور نبی کو لوگوں نے خدا نہیں بنایا

لہذا انہیں ان کی ماؤں کے نام سے نہیں ٹیکارا گیا۔ اگرناظرین ابن مریم
کا مفصل فلسفہ دیکھنا پسند کریں۔ تو میری کتاب "قرآن کی آیتیں اور کام
کی باتیں" کا حصہ فرمائیں جو اس بڑھ کر فلسفہ پیش کرے گا اسے ایک سو دیر انعام دیا جائے گا۔

(ہم ہم) قرآن کریم پر عمل کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثالیں
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيَّ
مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَ
أَصْلَحَ بَالَهُمْ هَذَا ذَلِكَ بَانَ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ
بَانَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَا لَكَ يَضْرِبُ

اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ (محمد ص ۱۷۱) اور جو ایمان لائے اور اچھے

عمل کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اتارا اور وہ ان کے رب کی طرف
سے حق ہے ان کی بڑائیوں کو ان سے دور کر دیا اور ان کی حالت سنوار
دی یہ اس لئے کہ جو کافر ہیں وہ غلط راستے پر چلے اور جو ایمان لائے انہوں
نے اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے
ان کی مثالیں بیان کرتا ہے (۲۷۴-۳۵۲)

صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے قرآن مجید پر عمل نہ کیا۔ لہذا ان کی حالت
درست نہ ہوئی مگر اہل اسلام نے کلام الہی پر عمل کیا۔ اس لئے ان کی تمام
بڑائیاں ان سے دور ہو گئیں اور ان کی حالت سنور گئی۔ کیونکہ اس میں

تمام بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ **وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مَّشْقَاءً وَرَحْمَةً لِّلسَّامِعِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا** (بنی اسرائیل ع ۱۹) اور ہم قرآن سے وہ کچھ اتارتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو یہ صرف نقصان میں بڑھاتا ہے۔ (آیت ۸۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرصہ زمانہ سے مسلمانوں کی حالت کیوں بگڑی ہوئی ہے جبکہ یہ کلام ربانی پر عمل کرنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے کئی صدیوں سے قرآن حکیم کا بتلایا ہو آج راستہ چھوڑ کر مذہبی راہ نمادوں کی بے جا تادیلات کے ماتحت غلط راستہ اختیار کر لیا مثلاً زمی پر وہ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل اسلام کی حالت بجائے اصلاح پانے کے بدتر ہو گئی دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ غیر مسلموں کے تاثرات۔ عقاید اور رسموں کو قرآنی آیات کے ساتھ غلط تطبیق سے کہ نہ صرف انہیں اسلام میں داخل کر لیا بلکہ ان کا نام ہی اسلام رکھ لیا۔ جس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی حالت دیگر گوں ہو گئی اور وہ کوئی اصلاح نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ قرآنی نسخہ کی پیٹنٹ دوا تو استعمال کرتے ہی ہیں۔ برادران اسلام اس بات کو بخوبی یاد رکھ لیں کہ جب تک وہ قرآنی آیات کی غلط تادیلات کو چھوڑ کر فرقان حمید کی صحیح تعلیم پر نہ

چلیں گے۔ وہ ہرگز تہ تی کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ بلکہ نقصان ہی اٹھاتے رہیں گے
اس مثال سے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ کلام ربانی پر عمل کرنے سے ہی
حالت درست ہوگی کیونکہ یہ مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ صاف
ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم پر عمل نہ کرنا گویا اپنے آپ کو خدا کی شفا اور رحمت سے
دور کر کے کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا کرنا ہے۔ اور سراسر نقصان اٹھانا ہے۔

(۴۵) صحابہ کرام کی مثالیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَرِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَتَذَكَّرُونَ فَضُلًّا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا نَزَّ بِسْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ
ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ
كَزَيْتٍ أَخْرَجَ نَشَاطًا فَإِذَا كَانُوا عَلَى سَوَاءٍ
يُخَيَّبُ الْمَرْءَ لِيَخِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَالْفَتْمُ ع ۖ مُحَمَّدٌ

کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے پر قوی اور آپس
میں رحم کرنے والے تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھتا
ہے وہ اپنے لب کا فضل اور اس کی رحمت چاہتے ہیں ان کا نشان ان کے
عمو انہوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے یہ ان کی مثال تورات میں ہے
اور ان کی مثال انجیل میں۔ کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی زمینی پھر سے

* علی سورۃ

مضبوط کیا سو وہ موتی ہوئی پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لاسے (۴۶)

صحابہ کرام کا پہلا وصفت کافروں کے مقابلے پر قومی اور مضبوط تھے دوسرا آپس میں مہربان اور رحم کرنے والے تھے۔ یہ دونوں اوصاف ایسے ہیں جن سے قومی ترقی والی ہے۔ مسلمانوں کی ابتدائی حالت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے کھیتی شروع میں کمزور ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ بڑھ کر مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور پھر پھلی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اہل اسلام گرچہ کمزوری کی حالت میں تھے مگر اپنے اندر ایسے اوصاف جن پر مذہبی اور قومی ترقی کا انحصار ہے پیدا کرنے کی وجہ سے ترقی کر گئے اور اسلام چاروں طرف پھیل گیا۔ جس کی وجہ سے کافر غضب میں آ گئے مگر اسلام کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اس مثال سے برادران اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے اندر مومنوں کے صفات پیدا کریں جن پر ملکی مذہبی اور قومی ترقی کا دار و مدار ہے تاکہ وہ دوبارہ ترقی کرنے کے قابل ہو سکیں

(۴۶) منافقین کے لئے شیطان کی مثال

كَمَثَلِ الذِّبْوِ مِج تَلِيهِمْ قَرِيْبًا ذَا قُوَّةٍ اَوْ بِالْاَهْرِ هِيْم
نَحْمُ عَدَا اِيْلَيْهِمْ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلَّذِي نَسَاكَ
الْفُرَّةَ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّي بَرِيٌّ مِنْكَ اِنِّي اَخَاكَ اللهُ

رَبِّ الْعَالَمِينَ هَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ
 الْفَاطِرِينَ (البخشیر ع ۲) اُن کی مثال، اُن لوگوں کی مثال کی طرح ہے
 جو ان سے پہلے قریب ہی اپنے کئے کی سزا چکھ چکے ہیں۔ اور اُن کے لئے دردناک
 عذاب ہے و منافقوں کی مثال، شیطان کی مثال کی طرح ہے کہ جب وہ انسان
 کو کہتا ہے کفر کر پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بے تعلق ہوں
 میں اللہ جہانوں کے رب سے ڈرتا ہوں۔ سو ان دونوں کا انجام یہ ہے
 کہ وہ دونوں آگ میں ہیں اسی میں رہیں گے۔ اور یہی ظالموں کی سزا (۱۷۱) ہے
 آیت نمبر ۱۶ میں منافقین کو شیطان سے مشابہت دی گئی ہے جنہوں نے
 بنی نضیر کو جھوٹے وعدے سے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے
 اُکسایا تھا جس کا ذکر آیت نمبر ۵ میں کیا گیا ہے اسی طرح شیطان بھی
 انسان کو جھوٹے وعدے دیتا ہے اور جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے۔ دونوں
 ہی جہنم میں جائیں گے اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان
 ہرگز جھوٹ نہ بوسے اور نہ جھوٹے وعدے کرے اور نہ کسی کو جھوٹی اُمیدیں
 دلائے۔ بلکہ دو رخی چالیں چلنے سے باز رہے اور منافقانہ پالیسی سے ہرگز
 کوئی کام نہ کرے۔

(۱۶۶) تُوْرِيْتُ پَرِ عَمَلٍ نَهْ كَرْنِ وَاوَلِ كَلْمِ كَدْحِ كِي مَثَالِ
 مَثَلُ الَّذِيْنَ حَمَلُوا النَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ
 الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بِآيَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (الجمعه ع ۱)

”اُن لوگوں کی مثال جن پر توبیت کا بوجھ ڈالا گیا پھر انہوں نے اُسے نہ اٹھایا
گدھے کی مثال کی طرح ہے (جو) کتابیں اٹھاتا ہے کیا ہی بڑی مثال اُن
لوگوں کی ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت
نہیں دیتا (۶۲-۵) اُن لوگوں کو جو اللہ کے کلام پر ایمان لاکر اس پر
عمل نہیں کرتے گدھے سے مثال دی گئی ہے کیونکہ جیسے گدھا کتاب سے
فائدہ نہیں اٹھاتا اسی طرح انسان جو نفع کتاب سے اٹھا سکتا ہے وہ
نہیں اٹھاتا گویا کتاب اس پر بوجھ ہو کر رہ گئی۔ بلاشبہ کلام الہی کی تعلیم
سے روگردانی کرنا اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ کلام اللہ لوگوں
کی بہتری اور بہبودی کے لئے نازل کیا جاتا ہے۔ دراصل اس آیت میں بیویوں
کی مثال دے کر اہل اسلام کو قرآن مجید پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی
ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اس آیت کا مرصاد نہ بنالیں۔ ”قَالَ الرَّسُولُ
يُورِثَاتُ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا“ (الفرقان ع ۳)

”اور رسول نے کہا میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز
(کی طرح) قرار دیا (۲۵-۳۰)

(۴۸) حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال
فَاَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَالْمُرَاَتُ كُوْنُهُنَّ وَامْرَاَتُ

رُطِبًا وَكَانَتْ تَحْتَهُ عِبَادٌ نَاصِحِينَ فَاَنْتَهُمَا
 فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ
 الَّذِينَ اِخْلَعُوا (التحریم ۲) اللہ ان کے لئے جو کافر ہیں نوح کی عورت
 اور لوط کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے وہ ہمارے بندوں میں سے دو صالح
 بندوں کے ماتحت تھیں پھر انہوں نے خیانت کی پس وہ اللہ کے مقابل ہیں
 ان دونوں کے کچھ کام نہ آئے اور کہا گیا کہ تم دونوں آگ میں داخل ہوسنے
 والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (آیت ۶۶) اس آیت میں کافروں کے
 لئے دو نبیوں کی بیویوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو باوجود نبیوں
 سے تعلق رکھنے کے پھر بھی کفر کے ہی خیالات رکھتی تھیں۔

چنانچہ انہوں نے خائف بن کر اپنے خاوندوں کو دھوکا دیا اور ان کے رازوں
 کی ان کے دشمنوں پر ظاہر کر دیا اور اپنے آپ کو جہنم کا رہنما بنا یا جس سے
 یہ سمجھایا گیا ہے کہ محض رسولوں کے ملنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک ان کی
 تعلیم پر عمل نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کو بھی یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اگر وہ رسول
 کی پیروی نہ کریں تو دعویٰ ایمان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ جیسا کہ
 مذکورہ بالا بیویوں کو ان کے خاوندوں نے باوجود نبی ہونے کے کوئی فائدہ نہ
 پہنچایا۔ کیونکہ انہوں نے خیانت کی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی خیانت
 کرنے کی ممانعت کی گئی یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

۱۰۰ اسبطر حضرت نوح کے بیٹے نے بھی اپنے باپسینی ہوئیے کوئی فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ اس کے اعمال صالحہ نہ تھے۔

اٰمَنُوْا لَا تَخْرُوْا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْا نُوَا اٰمَنِيْكُمْ
 وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانفال ع ۲۷) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ
 اور رسول کی خیانت نہ کرو۔ (اور نہ) اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ حالانکہ
 تم جانتے ہو" ۱۸ آیت، اس مثال سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ
 اپنی ذات۔ اپنے خاندان اور اپنے بزرگوں کے اعمال پر فخر نہ کریں۔ کیونکہ
 تمہیں اپنے اعمال کا ہی اجر ملے گا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ تَنَزَّلَتْ اُمَّةٌ
 قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ قَالَسَبْتُمْ ۝ وَلَا تَسْتَدْرِيْنَ
 عَنَّا كَا تُوَا يَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۱۶) "یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان
 کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور تم سے
 اس کے متعلق باز پرس نہ ہوگی جو وہ کرتے تھے" (۲ آیت ۱۴۱)

(۲۹۱) فرعون کی عورت اور حضرت مریم کی مثال

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا امْرَاَتٍ مِّنْ عَوْنٍ مَّر
 اذْ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ عِنْدَكَ بِبَيْتِي الْجَنَّةِ وَ بَيْتِيْ مِنْ
 قَرْيَةٍ وَّعَمَلِيْهِ وَبَيْتِيْ مِنْ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ مَرِيْمَ
 اٰتَتْ عِمْرٰنَ الْكَلِمَ الْاِحْصٰنَ فَرَجَّهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ
 رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كَتَبْنَا مِنْ
 الْاٰمِنِيْنَ ۝ (التحریم ع ۲) "اور اشدان کے لئے جو ایمان لائے

فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے جب اُس نے کہا اے میرے رب
میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اُس کے
عمل سے نجات دے۔ اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور مریم
عمران کی بیٹی کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا تو ہم نے اپنی روح اس
میں پھونکی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی
تصدیق کی اور وہ فرما بیروں میں سے تھی (۶۶-۱۱ اور ۱۲)

اس آیت میں مومنوں کے لئے ایک مثال تو فرعون کی عورت کی دی گئی
ہے جس سے اُنہیں یہ سکھلایا گیا ہے کہ اُن کا تعلق خواہ کسی حیثیت میں بھی
کافروں اور مشرکوں کے ساتھ ہو تو ایسی حالت میں بھی اپنے رب کا ہی
خیال رکھیں۔ اور اپنے ساتھیوں کے مال و دولت اور جاہ و جلال
کی طرف آنکھیں نہ پھریں۔ جیسا کہ فرعون جیسے کافر کی بیوی نے باوجود
شاہی شان و شوکت اور حشمت و جاہ کے اپنے رب کا ہی خیال رکھا
اور فرعون کے اعمال اور ظالموں کی بد اعمالی سے نجات پانے اور
جنت میں گھر بنائے جانے کی دعائیں مانگتی رہی۔ اور دوسری مثال حضرت
مریم کی دی گئی ہے۔ جس پر یہودیوں نے بدکاری کا بہتان باندھا تھا جس
کی تردید کر کے مومنوں کو یہ سکھلایا گیا کہ جیسے وہ صدیقہ۔ راست باز اور
پاک دامن تھیں ایسے ہی اوصاف تم بھی اپنے اندر پیدا کرو۔ جیسے اُس

نے اپنے رب کی فرمانبرداری کی۔ ویسے ہی تم کرو تاکہ وہی بہکتیں تم پر بھی نازل ہوں۔ کیونکہ پاکیزہ کام کرنے سے ہی انسان کے اندر پاکیزہ سپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے الفاظ **فَنَفَخْنَا فِيهِ** میں مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ اور اس آیت **وَالَّتِي أَحْصَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنِّي رُوحَنَا وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ** (الانبیاء ۶۲) اور وہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی اور اُسے اور اس کے بیٹے کو قوموں کے لئے نشان بنایا۔ (۲۱-۹۱) کے انہی الفاظ میں موث کی ضمیر استعمال کی گئی ہے مگر افسوس بعض مذہبی راہ نما دونوں ضمیروں کو حضرت مریم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اور اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ مذکر کی ضمیر موث کی طرف کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ یہودی حضرت مریم پر زنا کا بہتان لگاتے تھے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ **وَيَكْفُرُ بِهِمْ** **وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا** (النساء ۶۲) اور ان کے کفر کے سبب اور ان کے مریم پر بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے **۱۵۶** آیت (۱۵۶) چونکہ زنا کی وجہ سے نہ صرف ماں پر حزن آتا ہے بلکہ اولاد پر بھی جتنا بچہ پہنچتا ہے حضرت مسیح کا انکا اس وجہ سے کرتے تھے۔ کہ حضرت مریم نے انہیں ناجائز طور پر پیدا کیا۔ لہذا دونوں میں شیطان کی طرف سے روح بھتی جس کی تردید کر کے یہ کہہ لیا گیا کہ دونوں میں اللہ کی طرف سے روح بھتی یعنی نہ تو حضرت مریم نے بدکاری کی اور نہ حضرت مسیح ناجائز تعلق سے پیدا ہوئے گویا دونوں کو یہودیوں کے الزام سے پاک ٹھہرایا گیا ہے

سبب ہے کہ ایک آیت میں مذکر کی ضمیر اور دوسری آیت میں مونث کی ضمیر استعمال کی گئی ہے، عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا موقع ہے۔

علاوہ ازیں الہی آیت کے ان الفاظ "تس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا اسکے یہہ معنی نہیں ہو سکتے کہ حضرت مریم تمام عمر کنواری رہیں بلکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اُس نے زنا نہیں کیا۔ دراصل عصمت کی حفاظت ہمیشہ نکاح سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ لَا يَكُنْ اَعْصُ لِلْبَصْرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ کہ جو تم سے نکاح کر سکتا ہے تو اُسے نکاح کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ نظر کو چھپکا رکھتا ہے۔ اور شرمگاہ کے لئے حفاظت کا کام دیتا ہے۔ بخاری کتاب النکاح۔

بلاشبہ جو شخص نکاح کر کے زنا کے نزدیک نہیں جاتا وہ بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ حضرت مریم نے بھی ایسا ہی کیا کیونکہ ساری عمر کنواری رہ کر عصمت کی محافظت کرنا نہ صرف فطرتِ عقل بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اگر کنواری رہنے سے ہی عصمت کی حفاظت ہو جاتی تو پھر ان عیسائیوں کی بوجہ ہب اور رامیہ بن کر تمام عمر کنواری رہتے ہیں یعنی شادی نہیں کرتے تو دیدہ کی جاتی جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَا عَوْهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِنَّ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ج (الحديد ۴) اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی ہم نے ان پر لازم نہیں کیا مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے

کے لئے نکالی پھر اس کی وہ نگہداشت نہ کر سکے جو اس نگہداشت کا حق تھا۔ (۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ شادی نہ کرنے والے عیسائیوں کو یہ الزام دیتا ہے۔ کہ یہ دھم انہوں نے خود نکالی ہم نے کوئی حکم نہیں دیا اب یہ الزام اسی حالت میں سچا رہ سکتا ہے۔ جب حضرت مریم اور حضرت مسیح کا شادی کے ثابت ہو جائے وہ عیسائی راسب اور راسبہ آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب عیسائی مذہب کے بانیوں نے شادی نہیں کی تو پھر تم کیوں کریں۔ کیونکہ ہمیں تو ان کی پیروی کرنی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم سے نہ صرف حضرت مریم بلکہ حضرت مسیح کی شادی کا بھی ثبوت ہوتا ہے ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں۔ وَرَافِئِ سَمِيَّتَهَا مَرْيَمَ وَارِئِ اَرْحَمِلًا هَابِكْ وَذَرِيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ السَّاجِمِ ۝ رَافِئِ عَمْرَانَ ۝ (۱۳۵) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۳۲-۳۵ حضرت مریم کی والدہ محترمہ کی اس دعا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مریم کو باوجود ہیكل کی خدمات کے لئے وقف کرنے کے ان کا یہ منشا نہ تھا کہ وہ تمام عمر کنواری رہیں گی۔ بلکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ جوان ہو کر بیاہی جائے گی۔ اور صاحب اولاد ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ حضرت مسیح پناہ بھائی اور وہ نہیں تھیں۔ متی کی انجیل ۱۳ باب آیت ۵۵ و ۵۶ اس پر گواہ ہے۔ اور حضرت مسیح کی شادی کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذَرِيَّةً ط (رعد ۶) اور ہم نے تجھ سے پہلے رسول

بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی۔" (۱۳۸-۱۳۸) اس آیت میں کسی نبی اور رسول کو بیوی اور اولاد سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی بھی بیوی تھی اور وہ صاحب اولاد تھے اب حضرت مسیح کو اس آیت سے مستثنیٰ کر دینا سراسر جہالت ہے علاوہ ازیں مذہبی راہ نما ان الفاظ "سوہم نے اپنی روح اس (مریم) میں بھونکی" سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ خدا نے رنعود بالذاتی قدرت سے حضرت مریم کو حمل کر دیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ حمل کا لفظ ہی نہیں اگر بقول ان کے اللہ نے ہی بغیر مرد کے حمل کر دیا تھا تو پھر بیٹے کو حمل کرنے والے کی طرف سے کیوں منسوب نہیں کیا جاتا۔ آخر یہ بات کہنے میں کونسا امر مانع ہے۔ کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کی۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت مریم پر زنا کا بہتان باندھا تھا اس لئے یہ الفاظ کہہ کر انہیں اور حضرت مسیح کو ان کے الزام سے بری کیا گیا۔ گویا ان میں پاکیزگی کی روح ڈالی گئی ورنہ وہ تو پہلے سے ہی زندہ تھے۔ لہذا ان میں روح ڈالنے کے اور کوئی معنی ہو نہیں سکتے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شخص پر الزام لگایا جائے ہمیشہ اس کی صفائی کرنی پڑتی ہے چونکہ کسی اور نبی کی والدہ کے متعلق ایسا الزام نہیں لگایا گیا اس لئے ان کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے۔ ورنہ ہر انسان میں خدا ہی روح ڈالتا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

تَسْمُوهُ وَ نَضَعُ فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَ يَجْعَل لَّكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

وَلَا فِدَاةَ طَقِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ السجدة ۱۷ (پھر اُسے
ٹھیک بنایا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں
اور دل بنائے بہت ہی کم تم شکر کرتے ہو ۱۷-۱۶)

علاوہ انہی اللہ کا ارشاد ہے کہ ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشان
بنایا جس سے یہ اندر لال کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ
سے نشان تھے مگر حضرت مریم کے متعلق کچھ نہیں بتایا جاتا کہ انہیں کس لحاظ سے نشان
بنایا گیا تھا۔ نشان تو ایسا ہونا چاہئے جو دونوں پر حاوی ہو سکے۔ کیونکہ دونوں کا ذکر
ایک ساتھ ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مریم اور حضرت مسیح کو ان کے دشمن قوم
کے ہاتھ سے نجات دے کہ اونچی جگہ پر پناہ دی گئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ دونوں ہی
کیساں طور پر نشان تھے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ
وَآمَةَ آيَةً ۙ وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۝ المؤمنون ع ۳۱
”اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے۔ اور ان دونوں کو
ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو ہموار اور جہنوں والی تھی۔ (۲۳-۵۰)

(۵۰) دوزخ کے انیس واروغوں کی مثال

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۙ لَا تَبْقَىٰ وَلَا تَذَرُ ۙ لَوْ أَنَّهُ
لَبَشِيرٌ ۙ عَلَيْهِمَا تِسْعَةٌ عَشْرَةٌ ۙ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا
مَلَائِكَةً مِّنْ وَجْهِكَ عَدُوًّا لِّمَنْ أَلْفَنَّا ۙ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۙ وَاللَّيْسَتَيْنِ

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيُزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابِ الَّذِينَ
 أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ لَا يَلْقَوْنَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ
 وَالْكُفْرُوتِ مَا ذَاكَ إِذْ أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا امْتِلَاطًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ
 مَن يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى
 لِلْبَشَرِ (المدثر ۱) اور تجھے کیا خبر ہے دوزخ کیسے وہ باقی نہیں کھتی
 اور نہ چھوڑتی ہے چمڑے کی چھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس رداروغے
 ہیں) اور ہم نے آگ کے داروغے فرشتوں کو ہی نبایا ہے اور ہم نے ان کی کنتی
 صرف ان کی آزمائش کے لئے ٹھہرائی ہے جو کافر ہیں۔ تاکہ وہ لوگ یقین کریں
 جنہیں کتاب دی گئی اور جو ایمان لائے وہ ایمان میں بڑھیں اور وہ جنہیں
 کتاب دی گئی اور موسن شک میں نہ پڑے ہیں۔ اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں
 بیماری ہے اور کافر کہیں اللہ نے اس مثال کے ساتھ کیا ارادہ کیا۔ اسی طرح
 اللہ جیسے چاہتا ہے مگر اسی میں چھوڑتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ہدایت
 دیتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی اور یہ صرف
 انسان کے لئے نصیحت ہے۔ (۷۴ - ۷۶ تا ۳۱)

اس مثال سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ دوزخ بہت تکلیف دہ
 جگہ ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ
 عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ فَإِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا إِنَّهَا سَاءَتْ

مُسْتَقَرًّا أَوْ مَقَامًا (الفرقان ۶۷) اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے کیونکہ اس کا عذاب بھاری مصیبت ہے وہ (تھوڑا) کھیرنے کے لئے اور (ہمیشہ) رہنے کے لئے بڑی جگہ ہے $\frac{۲۵}{۶۶۶۶}$ یہی وجہ ہے کہ اس پر واروغے انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں تاکہ انسان نصیحت حاصل کر کے نیک کام کرے اور دوزخ کے عذاب سے بچا

حصہ دوم تشبیہات القرآن

(۱) یہودیوں کے دلوں کی سختی کو پتھروں سے تشبیہ دینا
 ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ إِذَا نَسَدَتْ
 نَسْوَةً طَوْرًا مِنَ الْحِجَارَةِ لِمَا يُتَجَرَّ مِنْهُ إِلَّا تَهْرُطُ وَرَأَتْ
 مِنْهَا لَهَا يَشَقُّ قَلْبُهَا جَازٍ يَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ طَوْرًا مِنْهَا لَمَّا
 يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (البقرہ ۷۶)

پھر تمہارے دل اس کے بعد سخت ہو گئے سو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ سختی میں اس سے بھی بڑھ کر اور یقیناً پتھروں میں ایسے بھی ہیں جن سے

نہیں بہتی ہیں۔ اور بیشک اُن میں ایسے بھی ہیں جو چہکتے ہیں۔ تو اُن میں سے پانی نکلتا ہے۔ اور بیشک اُن میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

اور اللہ اس سب کے خیر نہیں جو تم کرتے ہو۔ (۲۱ - ۲۲)

اس آیت میں یہودیوں کے دلوں کو پتھروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے اتنے معجزے دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے اللہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ چنانچہ دریا کے پار ہوتے ہی حضرت موسیٰ سے یہ کہا

کہ ہمارے لئے ایک پتھر کا مجھ کو بنا دو۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

بَنِي إِسْرَائِيلَ الْيَمْرُوتَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يُلْعَقُونَ عَالِي أَصْنَامِهِمْ

لَهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا آلِهًا كَالَّذِي كَانَتْ قَالُ

لَانكُمْ قَوْمٌ يَجْهَلُونَ ﴿۱۶﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا

سے گزار دیا تب وہ ایک قوم پر آئے جو اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

اسے موسیٰ ہمیں بھی ایک دیوتا بنا دے جیسے ان کے دیوتا ہیں۔ اس نے

کہا تم لوگ جہالت کرتے ہو۔ (۱۶ - ۱۷)

عزیزیکہ یہودیوں کو یہ کہہ کر سمجھایا گیا کہ پتھروں میں سے وہ بھی ہیں جن سے

نہیں بہتی ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جن سے چشمے نکلتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو

اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔ مگر تمہارے دلوں میں باوجود برسوں حضرت

موسیٰ کی صحبت میں رہنے کے پھر بھی اللہ کی عبادت کرنے کا کوئی ذوق

و شوق پیدا نہ ہو۔ اور نہ ہی تمہارے دل اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لئے
 نرم ہوئے اور نہ ہی تمہارے دلوں میں اللہ کا کوئی خوف پیدا ہوا تاکہ تم اللہ کے
 سامنے گڑا گڑاتے گویا تمہارے دل سختی میں پتھروں سے بھی بڑھ کر ہیں کیونکہ تم نہ
 صرف کلام اللہ کے الفاظ ہی بدل دیتے ہو بلکہ اُس کے احکام بھی بھول گئے ہو
 یہ آیت اس پر گواہ ہے وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ
 الْكَلِمَةَ عَن مَّوَاضِعِهَا وَتَسَوَّاهُنَّ لُكْنًا وَابِطِينَ ^{النازعات}
 اور ہم نے اُن کے دل سخت کر دیئے لفظوں کو اپنی جگہ سے پھیرتے تھے اور جو
 اُن کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک حصہ بھول گئے (۵-۱۳)
 اس مثال سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت و ذوق شوق
 سے کریں اور اس کے احکام پر چلیں اور قرآنی الفاظ کو اپنی جگہ سے نہ بدلیں اور
 نہ قرآنی آیات کی غلط تاویلات کریں۔ بلکہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے
 رہیں۔ ورنہ دل پتھروں کی طرح سخت ہو جائیں گے۔ اور اپنے آپ کو اس
 آیت کا مصداق بنا لیں گے۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا لِيُوسُفَ مِنْ قَبْلِكَ
 فَآخَذَ نَهْمًا بِالْبَاسِ وَالضَّرَّاءِ عَلَيْهِمْ يَتَخَرَّعُونَ فَالَوْ
 لَا اِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ
 وَزَيَّنَّ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام ع ۵)
 اور بلاشبہ ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے تب ہم نے

اُن کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کیا۔ تاکہ وہ عاجزی کریں تو جب اُن پر
ہمارا عذاب آیا کیوں نہ اُنہوں نے عاجزی اختیار کی۔ لیکن اُن کے دل سخت
ہو گئے اور شیطان نے اُسے اُن کے لئے خوبصورت کر دکھایا جو وہ کرتے
تھے (آیت ۲۲ و ۲۳)

(۴) تفرقہ کرنے والوں کی طرح نہ ہو جانا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا دَاخِلًا فَخَلَفُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْ مَا جَاءَ

هُمُ الْبَيْتِ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (آل عمران ۱۱۰)

”اور اُن کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا۔ اس کے بعد کہ
اُن کے پاس کھلی باتیں چکی تھیں اور انہی کے لئے بڑا عذاب ہے“ (۱۰۳-۱۰۴)

اس آیت میں اہل اسلام کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ غیر مسلموں کی طرح فرقے
فرقے نہ ہو جانا کیونکہ فرقہ بندی نہ صرف جھگڑے اور کمزوری کا باعث ہوتی ہے
بلکہ عذاب الہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ خدا جانے باوجود ایسی ممانعت کے پھر

بھی مسلمانوں میں اتنی کشیدگی۔ پھوٹ اور تفرقہ کیوں ہے کہ ایک فرقے والا دوسرے
فرقے والے کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ حالانکہ تمام اہل اسلام کا ایک خدا ایک

رسول۔ ایک قرآن۔ ایک خانہ کعبہ اور نماز۔ زکوٰۃ۔ سوزہ اور حج بھی یکساں ہیں
علاوہ ازیں آپس میں اتفاق رکھنے کا یہ اصول بھی بتلایا گیا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ

اللَّهِ جَمِيعًا ۝ (آل عمران ۱۰۳) اور سب کے سب اللہ کی رستی (قرآن) کو مضبوط

پکڑ لو۔ (۳-۱۰۲) لَا اِنْفِصَاہَ لَهَا ط (الیقرة ع ۴) جو ٹوٹے والی نہیں (۲۵۶)
 وَلَا تَفْسَّرُ قَوَاصِ دَا لِ عِمْرَانَ ع ۱۱ اور پھوٹ نہ ڈالو (۳-۱۰۲) تو پھر پھوٹ
 اور نا اتفاقی کیوں۔ سو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اہل اسلام اللہ کی رسی کو مضبوطی
 سے نہیں پکڑتے بلکہ احادیث اور فقہ کی خاطر اسے چھوڑ دیتے ہیں جس سے مسلمانوں
 میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ کے علم میں احادیث اور فقہ بھی تھی مگر پھر بھی
 اُس نے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے یعنی کلام ربانی پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اب
 جو لوگ اسے چھوڑتے ہیں۔ حقیقتاً وہی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا باعث
 ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ برداران اسلام قرآن کی اصولی باتوں کو چھوڑ کر احادیث
 اور فقہ کی فروعی باتوں پر زور دے کر آپس میں اتنا جھگڑتے ہیں کہ اپنی تمام قوت
 اسی پر خرچ کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں میں حسد و دشمنی نا اتفاقی
 اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مذہبی راہ نما کبھی بھی یہ وعظ نہیں
 کرتے کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں اور انہیں آپس میں بھائیوں کی طرح سلوک اور
 اتفاق سے رہنا چاہئے۔ بلکہ جب کبھی کچھ کہتے ہیں تو لیس یہی کہتے ہیں کہ فلاں
 فرقے والا کافر۔ گویا کلمہ گو مسلمانوں کو کافر ٹھہراتے ہیں جن سے مسلمان ایک دوسرے
 کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں نے کافروں کو مسلمان بنایا۔ صاف ظاہر
 ہے کہ مسلمان بنانے والوں کے پاس اسلام تھا اور تکفیر کرنے والوں کے پاس کفر
 جو تھا جو اب یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کی وفات کے بعد ان کی جائستینی

کا جھگڑا مسلمانوں میں اتنا زور پکڑ گیا کہ آج تک نہ سلجھ سکا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ اور سنیوں میں نہ صرف اتنی دشمنی اور حسد بڑھ گیا کہ ایک دوسرے کی مسجدیں بھی الگ الگ ہو گئیں بلکہ احادیث بھی حالانکہ دونوں کا رسول ایک ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چار امام مقرر کر لئے گئے جن کا آپس میں بہت بڑا بھاری اختلاف ہے صاف ظاہر ہے کہ جیسے اماموں میں اختلافات ہو تو پھر ان کے ماننے والوں میں کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ خانہ کعبہ یعنی خدا کے ایک گھر میں نماز پڑھانے کے لئے چار مصلے قائم کئے گئے تھے خدا جللا کرے ابن سعود شاہ حجاز کا جس نے بجائے چار مصلوں کے ایک مصلے کر دیا۔ چنانچہ مجھے خانہ کعبہ میں یہ دیکھ کر کہ تمام اہل اسلام ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں بہت خوشی ہوئی۔ اس تشبیہ سے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ آپس میں پھوٹ نہ ڈالیں ورنہ ان کا وہی حشر ہو گا جو پہلے پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے والوں کا ہوا خدا کا قانون اٹل ہے کبھی بدلتا نہیں۔

دس کافروں کی طرح بزدلی کے الفاظ نہ کہنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ
 إِذْ أَخْبَرَ بُرَّانِي الْأَرْضِ وَأَوْ كَانُوا غُرَىٰ لَوْ كَانُوا يَحْتَدَانَا مَا
 مَا تَوَّأَوْا وَمَا قَاتَلُوا ج ر آل عمران ع ۱۷ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں
 کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں جب

وہ زمین میں سفر کرتے ہیں۔ یا لڑائی کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ
مرتے اور نہ قتل کئے جلتے (سورہ ۱۵۵)

اس آیت میں مسلمانوں کو بزدلی کے الفاظ کہنے کی ممانعت کر کے یہ سکھایا
گیا ہے کہ زمین میں تجارت یا طلب معاش کے لئے سفر کرنے یا دشمن سے
جنگ کے لئے نکلنے میں موت کا خوف کبھی تمہارے لئے روک نہیں ہونا چاہیے
کیونکہ یہ کمزور دلوں کی باتیں ہیں۔ جس کام کا کرنا ضروری ہے خواہ اس میں
موت ہی آجائے اس کو کرنا چاہئے۔ بلاشبہ موت اور حیات اللہ کے ہاتھ
میں ہے نہ گھر میں بیٹھے دل کے موت سے بچے رہتے ہیں۔ اور نہ باہر نکلنے
والے سب مرتے ہیں ذیل کی آیات پر غور کیجئے۔ یَقُولُونَ كَوَافِرًا
مِنَ الْأَعْرَابِ مَا قَاتِلْنَاهُمْ فَلَا قِتَالُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُم مَّا قَاتِلْنَاهُمْ
فَلَا قِتَالُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُم مَّا قَاتِلْنَاهُمْ فَلَا قِتَالُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُم
الذَّيْنِ كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقِتْلَةَ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ (آل عمران ع ۱۶)

دیکھتے ہیں اگر ہمارا بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ اگر تم
اپنے گھروں میں ہوتے تو جن کے لئے قتل ہونا لکھا چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں
کی طرف نکل آتے۔ (۳ - ۱۵۳) الَّذِينَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ الْقِتْلَةُ وَأَنْتُمْ مُعْتَدِلُونَ
كُوَافِرًا مَّا قَاتِلُوا قُلُوبًا سَرْمَدًا حَتَّىٰ تَلْبَسُوهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ
كُنْتُمْ صِدَاقِيْنَ (آل عمران ع ۱۷)

جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق
کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر ہمارا ہی بابت ہانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ تو

اپنی جانوں سے موت کو ہٹا رکھو اگر تم سچے ہو۔ (۳-۱۶۶) اِنَّ مَا تَكْفُرُوْنَ نُوَايِدُ وَيُكْفِرُ
 الْمَوْتُ وَ كُوْنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشْتَدَّةٍ ط (النساء ۱۱) جہاں کہیں
 تم ہو گے موت تمہیں آئے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں (کیوں نہ ہو) (۳-۱۶۶) ،
 اس تشبیہ سے یہ بتلاتے ہوئے کہ بزدل ہو جانے سے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اس
 لئے موت سے نڈر ہو جانے کی تعلیم دے کر مسلمانوں کو دلیر بننا سکھایا گیا ہے۔

(۴) اللہ کی رضائی پیروی کرنے والے کا اللہ کے غضب میں آنے کی طرح نہ ہونا
 اَقْسَمَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخِيْطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَا ذُوْهُ
 يَخْتَفِيْ ط وَ بَشَّرَ الْمُصِيْرُوْهُ اَلْ عَمْرَانِ ۱۷۴) تو کیا جو شخص اللہ کی رضا
 کی پیروی کرے وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کا غضبہ کمال لائے۔ اس کا
 ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بڑی پہنچنے کی جگہ ہے (۳-۱۶۱)

بلاشبہ جو شخص اللہ کا فرما بزدار ہو کر اس کی خوشنودی چاہتا ہے وہ کبھی
 بھی اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کا نافرمان بن کر اس کے غضب کے
 نیچے آجاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو عذاب الہی کا مستحق بنا لیتا ہے۔ جیسا کہ ذیل
 کی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوْا السَّيِّئَاتِ
 اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءٌ فَعِيْلًا هُمْ
 وَمَا تَنْهٰهُمْ ط سَآءٌ مَا يَحْكُمُوْنَ ط ۵ الجاثیة ۱۷) کیا وہ لوگ جو بدیاں
 کھاتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان کی طرح کر دیں گے۔ جو ایمان لاتے

اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ (یعنی) اُن کا جینا اور اُن کا مرنا برابر ہے۔ گوارا ہے جو
یہ فیصلہ کرتے ہیں (۲۵ آیت ۲۱) وَلَا يَرْدُّ بَأْسَهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ
لاالغلام ع ۱۸) اور اُس کی سزا مجرم قوم سے نہیں ملتی (۶ - ۱۴۸) بلاشبہ جن لوگوں
پر اللہ کا غضب نازل ہوا وہ پستی میں گر گئے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَمَنْ
يَجْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ (طہ ع ۴) اور جس پر میرا غضب
اُترا وہ پستی میں گر گیا (۲۰ - ۷۱) یہودیوں کی حالت اس پر گواہ ہے۔ جیسا کہ اس
آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَخُضِرَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ
بَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ لِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا
يَعْتَدُونَ (البقرہ ع ۷۱) اور اُن پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی اور
وہ اللہ کے غضب میں آ گئے۔ یہ اس لئے رہوا، کہ وہ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے
تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے رہوا، کہ وہ نافرمانی کرتے
اور حد سے بڑھ جاتے تھے (۲ - ۶۱) اس تشبیہ سے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے
کہ اللہ کی رضا کی پیروی کریں تاکہ وہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنا سکیں
قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ هُدًى نُّورٌ مِنَ اللَّهِ
مَنْ يَتَّبِعْ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (البقرہ ع ۱۷۷)

مدتہائے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کرنے والی کتاب آپکی ہے اس کے ساتھ
 اللہ اس کو جو اس کی رہنمائی پیروی کرتا ہے سلامتی کی راہوں پر چلانا ہے اور اپنے
 حکم سے اُن کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال لانا ہے اور اُن کو سیدھی راہ
 کی طرف ہدایت کرتا ہے (آیت ۱۵ و ۱۶)

۵، مومنوں کا اللہ کی آیات کا انکار اور اُن پر سہمی کرنے
 والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے روکے جانا۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ
 يُكْفَرُ بِهَا وَيَسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا
 فِي مَحَارِبٍ غَيْرِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ إِذْ أَنتُمْ مَعَهُمُ طَائِفَةٌ مِمَّا جَاءَ مَعَ
 الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي بَعْثِهِمْ جَبِيحًا ۗ (النساء ۲۰۴) اور وہ
 تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے۔ کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار
 کیا جاتا ہے اور اُن پر سہمی کی جاتی ہے تو اُن کے ساتھ مت بیٹھو۔ یہاں تک
 کہ وہ اس کے سوا کسی دوسری بات میں لگ جائیں ضرور تم بھی اُس وقت
 اُنہی کی طرح ہو۔ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے
 والا ہے۔ (آیت ۱۳۰) وَلَا تَأْتُوا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي
 مَحَارِبٍ غَيْرِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ إِذْ أَنتُمْ مَعَهُمُ طَائِفَةٌ مِمَّا جَاءَ مَعَ
 الشَّيْطَانِ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمُ الْيَوْمَ الَّذِي تَخْرُجُونَ فِيهِ ۗ (النساء ۸۴)

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں کے متعلق بے ہودہ باتیں کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ اس کے سوائے کسی دوسری بات میں لگے جائیں اور اگر شیطان تجھے بھلائے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ
 مت بیٹھ ر ۶ - آیت ۶۵

یہ چونکہ نہ صرف مشرکین اور منافقین بلکہ یہود و نصاریٰ بھی اپنی مجالس میں اللہ کی آیات پر ہنسی مذاق کرتے تھے۔ اور ان کے متعلق یہودہ باتیں نہاتے تھے۔ اس لئے اہل اسلام کو ایسی حالت میں ان کے پاس بیٹھنے سے روکا گیا اور وجہ یہ تبادی کہ اس صورت میں تم بھی ان جیسے ہو گے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی انسان کسی شخص پر ہنسی ٹھٹھا کرنا ہے یا اس کے متعلق یہودہ باتیں کہتا ہے۔ اور اس کے پاس بیٹھنے والا اس کو خوش ہو کر سنتا ہے تو اس وقت وہ بھی اس جیسا ہے اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ ایسا نہ دار ایسی مجالس میں جس کے اندر اسلام کی مخالفت کی جاتی ہو ہرگز نہ بیٹھے۔ کیونکہ بدی صحبت کا اثر آخر ایک نہ ایک دن ضرور ہو کر رہتا ہے۔ اور پھر وہ انہیں میں سے ہو جاتا ہے۔

۱۶) حضرت عیسیٰ کا مردہ کے مشابہ ہو جانا

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ
 وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط (النساء ۴) اور ان
 کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا اور

انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر وہ اُن کے لئے مشابہ ہو گیا (آیت ۱۵۷) اس جگہ سوائے حضرت مسیح کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لئے تشبیہ کی ضمیر بھی انہی کی طرف جاتی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ہی ایسی حالت کے مشابہ ہو گئے تھے۔ کہ اُس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ زندہ تھے۔ اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا قرآن کریم کے الفاظہ رَاحِيٌّ مُنۡوَرٌ فَيُكَلِّمُكَ رَافِعًا رَاحِيٌّ پَرۡغُوۡدٌ کیجئے۔ اور یہ ارشاد بھی اُس وقت ہوا تھا جب کہ یہودی حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے اور صلیب دینے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے وَ مَكُرُوۡا وَّمَكُرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيۡنَ (یہودیوں نے تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (آیت ۵۳) گویا یہودی تو یہ تدبیر کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ کو قتل اور صلیب کی موت سے لادیں مگر اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ یہ تدبیر کر رہا تھا۔ کہ اُن کو ایسی موت سے بچا کہ طبعی موت سے مائے سوا اللہ کی تدبیر غالب آئی اور وہ قتل اور صلیب کی موت سے بچ گئے اور اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حق میں رفع کا لفظ استعمال کرنے سے اللہ تبارک تعالیٰ کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ صلیب پر

مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے۔ تردید کرنا منظور تھا۔ چونکہ یہودی حضرت مسیح کو قتل کرنا اور صلیب پر مارنا چاہتے تھے۔ جس کی تہ میں اصل غرض یہ تھی۔ کہ حضرت مسیح کو لعنتی قرار دے کر جھوٹا بیٹی ثابت کر سکیں۔ جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے۔

”کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔ امتثالاً عدد ۲۱ آیت ۲۲ و ۲۳ (۲۳)

اور گالینیوں ۳ آیت ۱۳ میں پڑوس کہتا ہے ”کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کا ٹھہر پر لٹکا یا گیا سو لعنتی ہے“ بلاشبہ ملعون خدا کی رحمت سے دور ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا مقرب نہیں ہوتا۔ حقیقتاً طبعی موت سے وفات پانا قتل اور صلیب کی موت کے مترادف ہے۔

پہلی سبب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حق میں نہ صرف طبعی موت کے ساتھ رفع کا لفظ آیا بلکہ جس جگہ ان کے قتل اور صلیب سے نہ مرنے کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں بھی رفع کا ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے اس آیت کو ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا لَم يَلِ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ ط اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف بلند کیا۔ رم آیت ۵۷ گویا یہودی تو حضرت مسیح کو قتل اور صلیب کی موت سے کہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ لعنتی موت سے مرگے خدا کی رحمت سے دور ہو گیا کیونکہ اس کی روح شیطان کی طرف گئی مگر اُس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ انہیں طبعی موت سے کر اور قتل اور صلیب کی موت کی نفی کر کے اپنا مقرب بنا تا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ خدا کی رحمت کے نزدیک ہیں اور ان کی

روح اللہ کی طرف گئی۔ کیونکہ لعنتی کے بالمقابل مقرب کا ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہی باعث ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لئے رفع کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اس تشبیہ سے یہ سکھایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص زخمی ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہو جائے تو اُسے مقتول اور مصلوب نہ کہا جائے۔ کیونکہ وہ تو ابھی مرا ہی نہیں بلکہ زندہ موجود ہے

۱۷) توحید کی سیدھی راہ چھوڑنے والے کا ٹھکنے والا مشرک کی طرح ہو جاتا

قُلْ أَنتَ عُدُوٌّ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُورٌ عَلَىٰ

أَحْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَىَٰنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا مِّنْ لَّدَىٰ أَصْحَابِكَ يَدْعُونَكَ إِلَى الْهُدَىٰ مُتِنَاطٍ

قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَأَمْرًا يُنْسِلِم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(الانعام ۸۷) ”کہہ کیا ہم اللہ کے سوائے اُسے پکاریں جو ہم کو نفع نہیں دیتا۔ اور وہ ہی

ہم کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور کیا ہم اپنی ایڑیوں پر لوٹائے جائیں اس کے بعد کہ اللہ

نے ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیا۔ اُس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین کے

اندھ حیران بنا کر خواہشات کی پیروی میں لگا دیا۔ اُس کے سامنے ہوں جو اس کو ہدایت

کی طرف بلاتے ہوں کہ سہارے پاس آ جا۔ کہہ اللہ کی ہدایت وہی (کامل) ہدایت

ہے ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کریں۔ (۶۱-۶۲)

حقیقتاً مشرک یا بت پرستی صرف یہی نہیں ہے کہ پتھروں کو یا اور چیزوں کو یا

بعض انسانوں کو خدانا مانا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ انسان اپنی حرص و ہول کے اتباع میں کسی حق بات کی پرواہ نہ کرے گویا اللہ کے احکام کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے ایسا شخص بوجہ نہیں ہو سکتا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ اَرَعَيْتَ مَنِ اخْتَلَفَ اِلَهَهُ هَرَسَهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ وَالْفِرْعَانِ ع ۳) کیا تو نے اُسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا مہبود بنا تا ہے تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے (۲۵) یقیناً اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا کبھی برا بھلا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور خواہشات کی پیروی کرنے والا ہمیشہ تردد اور اضطراب کی حالت میں ہی رہتا ہے۔ اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان اپنے خالق کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت نہ کرے۔ ورنہ بھٹک جائے گا۔ کیونکہ نفع اور نقصان کا دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور کسی کے اختیار میں نہیں۔

(۱۸) روشنی کے ساتھ چلنے والے کا اندھیرے میں بہنے والے کی طرح نہ ہونا
 اَوْ مَن كَانَ مِيْتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَكَ نُورًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ
 كَمَنْ مَّثَلُہٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا ط كَذٰلِكَ زَيْنٌ لِّلْكَافِرِيْنَ
 مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام ع ۱۲) اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے
 اُسے زندہ کر دیا۔ اور اُسے روشنی دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلے اُس شخص
 کی طرح ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اندھیرے میں ہے۔ اس سے نکلتا نہیں

اسی طرح کافروں کو وہ کام اچھے معلوم ہوتے ہیں جو وہ کرتے ہیں (۶ آیت ۱۲۳) مردہ سے یہاں روحانی مردہ مراد ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاکر زندہ ہوا۔ اور قرآن کریم کی روشنی کے لوگوں میں چلتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اَقْمِنِ شَرَحَ اللّٰهِ صَدْرَكَ لِلسَّلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ طرازِ الزُّمُرِ ع سے کھلا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے رکیا وہ تاریکی میں رہتے والوں کی طرح ہے (۲۹-۳۰) بلاشبہ ایسا شخص تاریکی میں رہتے والے کی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُسے تو اندھیرے میں کچھ نظر آتا ہی نہیں گویا خود ہی گمراہ ہے۔ اس کی دھیرہ ہے کہ اپنی عقل و سمجھ اور قوتِ دلائل ہے تو کوئی کام نہیں لیتا۔ بلکہ ایسے لیڈروں کی اندھا دھند تقلید کرتا ہے جو اُسے اللہ۔ رسول اور قرآن کی روشنی سے ہٹا کر اندھیرے کی طرف سے جاتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اَللّٰهُ وَرِیُّ الدّٰیْنِ اَمَّنُوْا خِرَجْتُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اُولٰٓئِکُمْ الظّٰلِمُوْنَ خِرَجُوْا مِنْ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ ۲۴۷) اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے وہ ان کو سخت اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے ولی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے۔ (۳ آیت ۲۵۷)

غرضیکہ ایسا شخص اللہ کی آیات کو جھٹلا کر اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنا لیتا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا حُصِمُوا بِكُرْهِهِمْ فِي الْغُلُوبِ ۚ (طہ ۱۱۸) اور جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا بہرے اور گونگے اندھیرے میں ہیں یہاں اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنی عقل و سمجھ کو اپنے مذہبی راہنماؤں کے پاس گروئی نہ رکھیں ورنہ اندھیرے میں رہ جائیں گے۔ اور کبھی کبھی اس شخص کے برابر نہ ہو سکیں گے۔ جو اپنی توت دلائل اور بصیرت سے کام لیتا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَمَا لِي سَتَوِيَ الْأَعْيُنُ وَالْبَصِيرُ وَالْمُؤْمِنُ ع ۙ

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں"۔ (۵۸) آیت ۵۸

(۱۹) عقل سے کام نہ لینے والوں کو حیوانوں سے تشبیہ دینا

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۗ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَهُمْ إِذَا نَادُوا لَآ يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغْنَا هُمُومَهُمْ لَآ يَفْقَهُونَ ۚ

ہم ان گنہگاروں کے لئے پھیلا رکھا ہے ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے

نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان نہیں جن

سے وہ سنتے نہیں وہ چار پاؤں کی طرح ہیں۔ بلکہ زیادہ گمراہ یہی ہے جنہوں نے

اس آیت میں ان لوگوں کو جو اپنے خدا و داد ذہنی توڑنے کو استعمال میں نہیں لاتے

چار پاؤں سے مشابہت دی گئی ہے۔ کیونکہ جیسے وہ ایک جمود کی حالت میں
 نہ کہ کوئی ترقی نہیں کر سکتے اسی طرح یہ بھی حالانکہ انسان کو اشرف المخلوقات
 بنا یا گیا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَلَقَدْ كَسَبْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَا
 فِي الْكِبَرِ وَالْجُبُرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنْ ثَمَرَاتِ الْجَنَّاتِ وَقَضَّاهُمْ غَلَاظَ الْكَيْدِ
 وَمِنْ حَمَلْنَا لَفِيضًا لَهٗ رَبِّي آسَاءَ عَمَلًا (۱) اور یقیناً ہم نے
 بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تیری میں سواری دی۔ اور ان
 کو اچھی چیزوں سے لذت دیا اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا
 کیا ہے بڑی فضیلت دی ہے (۲۰۰ - ۱۰۰) اب جو شخص ایسے کارآمد داعی
 قوی پا کر بھی خدا کی سہتی پر ایمان نہ لائے۔ اور اعمال صالحہ نہ کرے اور کسی
 قسم کی کوئی ترقی نہ کرے۔ وہ کیونکہ حیوانوں سے بدتر نہ ہو حالانکہ اشرف المخلوقات
 ہی تھا۔ کہ انسان سن کر اور دیکھ کر اور سمجھ کر ان نتائج پر پہنچتا ہے اور حیوان
 نہیں پہنچ سکتا۔ چونکہ اکثر انسانوں نے ایسے شرف کو گنوا دیا ہے۔ اس لئے
 یہ نہ صرف چار پاؤں کی طرح ہو گئے بلکہ دوزخی بن گئے جیسا کہ اس آیت
 سے ثابت ہوتا ہے وَقَالُوا كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ
 السَّعِيرِ (۱) اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم
 دوزخ والوں میں نہ ہوتے (۶۷ - ۱۰) اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان
 اپنی داعی طاقت اور قوت دلائل اور سوچنے سمجھنے اور خود کرنے کی طاقت

کو بھی استعمال میں لائے ورنہ وہ حیوان سے بھی گرجائے گا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔
 اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ اَوْ يَعْقِلُونَ ط اِنَّ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ
 بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان ع ۴۷) "یا کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے
 اکثر سنتے ہیں۔ یا عقل سے کام لیتے ہیں۔ وہ صرف چار پالوں کی طرح ہیں بلکہ وہ
 رستہ سے اور بھی دور لپکے ہوئے ہیں (۲۵ - ۲۴) اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ
 اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (الانفال ع ۳) اللہ کے
 نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے
 (۸ - ۲۲) اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے کہ عقل سے کام نہ لینے والے بہرے گونگے
 حیوانوں سے بدتر ہیں مگر اکثر مذہبی راہنما یہ کہتے ہیں کہ عقل کو مذہب میں کیا
 دخل۔ گویا مذہب بیوقوفوں کے لئے ہوتا ہے حالانکہ جو لوگ عقل سے کام نہیں
 لیتے وہی ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے وَ يَجْعَلُ الْبِرَّ حِسِّي
 عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (زبور ع ۱۰۷) "اور وہ پلیدی کو انہی پر ڈالتا
 ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے (۱۰ - ۱۰۰) بلاشبہ اپنی قوتوں سے کام نہ لیتا اور
 انہیں چھوڑ رکھنا کاہلی ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ اپنی دماغی طاقتوں کو
 کام میں لائے اور انہیں بے کار نہ ہونے دے تاکہ انسان کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ
 اپنے خداداد قوتوں کو عمل میں نہ لانا یا انہیں بے کار کر دینا گویا اپنے آپ کو نہ صرف
 وحشی بلکہ حیوان بنانا ہے۔

۱۰) اہل ذمہ کی طرح ہو کہتمے ہیں کہ تم سنا کر قبول نہیں کرتے نہ ہو جانا
 وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ (الأنفال ۳)

”اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم سنتے ہیں۔ اور وہ قبول نہیں

کرتے (۸-۲۱) اس آیت میں یہودیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اللہ کا کلام سنتے

تھے مگر قبول نہیں کرتے تھے۔ گویا نہ باقی تو اقرار کر لینے مگر عمل سے انکار کر دیتے یہ

آیت اس پر شاہد ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا قُرُونَكُمْ الطُّورَ

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ۝ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۝ (البقرہ ۱۱)

اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور تمہارے اوپر پہاڑ بلند کیا جو ہم نے تم کو دیا ہے سے

نور سے پکڑ لو۔ اور سن لو انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور نہیں مانتے (۲-۹۳)

اس تشبیہ سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ یہودیوں کی طرح بے عمل نہ بن

جانا مگر افسوس آج کل کے اکثر مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے کہ زبان سے تو قرآن کریم

پر ایمان کا دعویٰ ہے مگر عملی حالت میں نافرمانی۔ جو اللہ تعالیٰ کی بیزاری کا باعث ہے

یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصافات ۱۱)

ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں اللہ کے نزدیک یہ سخت بیزاری

کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ (۲-۶۱ آیت ۲-۳) صاف ظاہر ہے کہ اپنے

ذولی و فعل کو برابر نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

۱۱) مومنوں کا اترانے والوں کی طرح نہ ہو جانا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَأَعْيَانًا لَّنَا فِي

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط (الانفال ع ۶) اور اُن لوگوں کی طرح

نہ ہو جاؤ جو اترتے ہوئے اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے اپنے گھروں سے

نکلے اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ (۸ - ۲۷)

یہ جنگ بدر کا واقعہ ہے جب کفار کا لشکر بڑے گروہ اور ساز و سامان کے

ساتھ اسلام کی مخالفت میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مکہ سے نکلا۔

سپہ سالار ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو اپنی قوت پر بڑا فخر تھا۔ کیونکہ وہ قبائل

عرب پر اپنا رعب بٹھانا چاہتے تھے اور یہ دکھانا چاہتے تھے کہ اُن کی طاقت

بڑی ہے مگر اللہ کو دکھاوا اور تکبر پسند نہیں۔ خدا کی شان کہ ابو جہل ابتدائے

جنگ میں ہی دونا تجربہ کار انصاری لڑکوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ جس

سے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مشہور

مثال ہے غرور کا سر نیچا۔ اس تشبیہ سے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے

کہ تم فاتح ہو کر بھی کبھی اس غرض کے لئے جنگ نہ کرنا اور نہ اپنی قوت پر

نار کرنا۔ بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کی رضا مندی کو مد نظر رکھنا۔ کیونکہ

اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا یہ آیت اس پر شائد ہے۔ اِنَّ قَوْلَ لَكَ قَوْمٌ لَا تَقْرَأُونَ اِنَّ اللّٰهَ

لَا يَحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (القصص ع ۸) جب اس کی قوم نے اسے کہا اترنا نہیں اللہ اترانے والوں کو پسند

نہیں کرتا۔ (۲۸ آیت ۷۶)

(۱۳) اللہ کے سوائے پکارنے والوں کو اس شخص سے جو

پیتے ہاتھوں کو پانی کی طرف پھیلاتا ہے تشبیہ دینا

وَالذَّابِتُ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
شَيْئًا اِلَّا كِبَاسِطٍ كَفِيهِ اِلَى الْمَاءِ لِيُبْلَغَ فَاقًا وَمَا هُوَ
بِجَائِعِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ (الرعد ع ۲)

اور وہ جنہیں وہ اس کے سوائے پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کو قبول نہیں کرتے مگر
اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک
آپہنچے اور وہ اس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی دعا ضائع ہی ہوتی ہے (۱۳۱)

اللہ کے سوائے دوسرے معبودوں کو پکارنے والے اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ تو وفات
پا جانے کی وجہ سے ہماری دعاؤں کو سنتے ہی نہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ فَكَلِمًا
بِاللَّهِ شَهِيدًا اَبَيْنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِيلِينَ ۝

رپونس ع ۳) ”سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ کہ ہم تمہاری عبادت
سے بالکل بے خبر تھے“ (۱۰- ۲۹) جس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں
کو معبود کر کے پکارا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی بھر میں کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم خدا
ہیں۔ ہماری عبادت کرو۔ دوسرے یہ کہ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے خود
انہیں اپنا خدا بنا لیا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو تیسرے یہ کہ باطل معبود

اپنے پرستاروں کی دعاؤں سے ہی بے خبر رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں اُن لوگوں کو جو حقیقی معبود کو چھوڑ کر دوسرے باطل معبودوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اُس شخص سے مشابہت دی گئی ہے جو پانی کی

طرف ہاتھ پھیلا کر بہہ چاہتا ہے۔ کہ پانی اس کے منہ تک آجائے جیسے پانی اس کے منہ تک نہیں آسکتا اسی طرح چھوٹے معبود بھی اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں

پہنچ سکتے گویا اُن کی دعائیں ضائع جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں جیسے پانی کو کچھ خبر نہیں کہ اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر مانگنے والا کون ہے اور کیا مانگتا ہے اس طرح چھوٹے

معبودوں کو بھی اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا کوئی علم نہیں۔ کہ اُن سے دعائیں مانگنے والے کون ہیں اور کیا مانگتے ہیں۔ اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا

ہے کہ جو جعلی معبود تمہاری دعاؤں سے بھی بے خبر ہیں اُن سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ حقیقی معبود کو جو تمہاری حاجتوں کا علم

رہکتا ہے اُسے لپکاریں۔ اور کوشش کر کے دنیاوی اسباب سے فائدہ بھی اٹھائیں۔

(۱۳) باطل معبودوں کا کچھ بھی اللہ کی مخلوق جیسا پیدا نہ کر سکتا

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط قُلِ اللَّهُ ط قُلْ أَفَأَتَّخِذُ

كُم مِّن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ أَن لَّا نُنْفِئَهُمْ نَفْعًا وَلَا نُضَرُّهُمْ

ضَرًّا ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَابْصِيرٌ ط أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ

وَالنُّورُ ط أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا الْخَلْقَ فَشَبَّاهُ الْخَلْقَ

خَلْقِهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الرَّحِيمُ
 کہہ کون اسمائوں اور زمین کا رب ہے، کہہ دے اللہ! کہہ تو کیا تم اس کے سوائے
 حمایتی بناتے ہو جو اپنے بھلے اور بڑے کے مالک نہیں۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے
 والا برابر ہیں۔ یا کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہیں۔ یا کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے
 شریک بنائے ہیں۔ جنہوں نے کچھ، پیدا کیا ہو جیسا اللہ پیدا کرتا ہے پھر
 پیدا کس ان کی نظریں بل جل گئی کہہ دے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے
 اور وہ اکیلا سب پر غالب (۱۳-۱۶)

اس آیت میں ایک تو اللہ تعالیٰ اپنی توحید پر بہت زور دیتا ہے جس میں
 یہ حکمت ہے کہ لوگ صرف ایک خدا سے تعلق رکھیں جس سے انسان کو غائدہ پہنچ
 سکتا ہے۔ کیونکہ کسی انسان کو خدا سمجھ کر یا خدائی کا رتبہ دے کہ یا کسی اور چیز کو اپنا معبود
 ٹھہراتے سے انسان کو حقیقتاً کوئی غائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایسے حمایتی اپنی
 ذات کے لئے بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہوتے دوسرے مشرکوں سے
 یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنائے ہیں۔ جنہوں نے
 کچھ اللہ کی مخلوق جیسا پیدا کیا ہے جس سے انہیں یہ شبہ بڑھ گیا ہے کہ وہ پرستش
 کے قابل نہیں۔ تبسیر کے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہر چیز کا خالق اکیلا خدا ہی ہے۔ اب
 جو مسلمان یہہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے چمکا ڈر نہائے تھے جو خدا کی مخلوق جیسی
 مخلوق ہے یا کوئی اور پند نہائے تھے۔ اور اس کے ثبوت میں یہہ آیت پیش کرتے

ہیں۔ اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّیْنِ کَهِیْنَتَی الطَّیْرِ فَاَنْفَعُوْا فِیْہِ
فَیَکُوْنُوْنَ طَیْرًا یَّادُوْنَ اللّٰہِ ج لاکل عمران ع ۱ کہ میں تمہارے لئے کچھڑے سے پرند
کی شکل کی مانت بنا تا ہوں پھر اس کے اندر چھو تک مانتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم
سے اڑنے والا ہو جاتا ہے۔ (۲- آیت ۴۸) وہ درحقیقت عیاشیوں کے
مانگھ میں مسیح کی خدائی کی ایک زبردست دلیل دیتے ہیں۔ کیونکہ عیاشی حضرت
مسیح کو نہ صرف اللہ کا شریک بلکہ اُسے اپنا خدا کھڑاتے ہیں۔ اس لئے ایسے
مسلمانوں سے ایک تو یہہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا حضرت مسیح کا بنا یا ہوا جانور اللہ
کی مخلوق جیسا تھا یا کچھ فرق تھا۔ دوسرے یہہ کہ خلق اشیاء صرف خاصہ
باری تعالیٰ ہے یا انسان بھی کہہ سکتا ہے تیسرے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو
اس بات کا علم تھا کہ حضرت مسیح نے بھی جانور بنائے تو پھر یہہ کیوں کہا کرتے
ہے ہر چیز کا خالق ہوں اور کس واسطے مشرکوں کو یہہ چیلنج دیا کہ مجھے دکھاؤ کہ
تمہارے باطل معبودوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے۔ قُلْ اَرَعٰیْتُمْ شَیْءًا مِّنْ
کُمْ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا
مِنْ الْاَرْضِ ر فاطر ع ۵ کہہ کیا تم اپنے شریکوں کو دیکھتے ہو جنہیں تم اللہ کے سوائے
پکارتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے۔ (۳۵-۴۰) جبکہ خدا کو
اس بات کا بھی علم تھا کہ حضرت مسیح کو عیاشیوں نے اپنا معبود بنا یا ہوا ہے۔
چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کے بنائے ہوئے جانوروں میں جان

کیوں ڈالی جبکہ اُسے اس بات کا علم تھا کہ اس سے دنیا میں شرک پھیلے گا۔ اور شرکوں کو یہ کہتے کا موقع مل جائے گا۔ کہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات تھے۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ تو پھر جب حضرت مسیحؑ نے جانور بنائے اور ان میں بھونک ماری تو پھر خدا نے ان میں جان کیوں ڈالی صاف ظاہر ہے کہ بھونک مارنے والا مسیح اور جان ڈالنے والا اللہ گویا مسیح بھی اس خلقت میں اللہ کا شریک تھا کیونکہ دونوں نے مل کر جانور بنائے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کے جانور بنانے کا علم تھا تو پھر خدا کا مشرکوں سے یہ پوچھنا ایشیوں کو **مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يَخْلُقُونَ** (الاعراف ۲۲) کیا وہ اُس کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ آیت ۱۹ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ نے جانور بنائے اور عیسائی اُنہیں اپنا خدا ٹھہراتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ خذْ هَذَا مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ وَارْتِضْ بِهَا لَدُنَّ النَّاسِ انْخِذْ بِهَا بِرُوحِي وَأَنْزِلْ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ مَائِدَةً لِلَّذِينَ يَدِينُونَ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ** (آل عمران ۱۶۷) اور جب اللہ نے کہا اے عیسے ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوائے دو معبود بنا لو (۵-۱۱۶)

(۱۴) کلام اللہ کو سچا ٹھہرانے والے کا اندھے کی طرح نہ ہونا

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ط يَأْتِيهِمْ آيَاتُ اللَّهِ فَالْتَبَاهُ ۗ وَاللَّهُ عَدُوٌّ لِّلْمُجِلِّينَ

جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف آتا گیا ہے سچ ہے اس جیسا ہے
جو اندھا ہے عقل سے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۱۳ آیت ۱۹)

بلاشبہ قرآن کریم ایک روشنی ہے جو اپنے ماننے والوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی
طرف لاتا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ **كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ
النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطٍ
الْمُسْتَقِيمِ ۗ** (یہ کتاب ہے) جو ہم نے تیری طرف اتاری تاکہ تو لوگوں
کو ان کے تب کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے۔ اس کے
سنہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے۔ (۱۴ آیت ۱) اندھیرے سے مراد ہے کہ
کہ ہر قسم کی جہالت توہمات اور فاسد اعتقادات سے نکال کر صحیح علم اور صحیح خیالات
کی طرف لے جائے۔ اور جو کلام الہی پر ایمان نہیں لاتا وہ اندھیرے میں رہتا ہے۔ گویا
وہ اندھا ہے اسے خدا کا راستہ نظر آتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ مشرکانہ عقائد باطل و باہم
اور اندھی تقلید میں پھنسا رہتا ہے حالانکہ قرآن حکیم سیدھا راستہ دکھاتا ہے یہ آیت
اس پر شاہد ہے **إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِينَ هُمْ وَيُبَشِّرُ
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۗ**
یہی اسرارِ ربیل ع (۱) بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا
ہے اور ایمان لانے والوں کو جو تیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان
کے لئے بڑا اجر ہے (۱۵ آیت ۱۹) اس مثال سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے

منے۔ دیکھنے اور سمجھنے والے قوی استعمال کرنے چاہئیں تاکہ اللہ اسے سیدھا راستہ
 دیکھنے کی توفیق بخشے اور اس کا اندھا پن جاتا ہے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں
 بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ
 فَتَكُون لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا اَوْ اذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا حِجَابًا
 لَّهُ تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ
 (الحج ۴۶) تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں لیں ان کے دل ہوتے جن سے
 وہ سمجھتے یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے۔ کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ

دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ جو سینوں میں ہیں۔ (۲۲ آیت ۴۶)

(۱۵) کافروں کے اعمال کو رکھ سے تشبیہ دینا

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ مُّسْتَدَدٍ
 بِه الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ رَمًا كَسَبُوْا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
 ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (ابراہیم ۱۷) ان لوگوں کی مثال جو اپنے
 رب کا انکار کرتے ہیں یہ ہے کہ، ان کے اعمال رکھ کی طرح ہیں۔ جس پر آندھی
 لگے دن ہوا زور سے چلے جو کچھ انہوں نے کمایا تھا۔ اس میں سے کوئی چیز
 ان کے ہاتھ نہ آئے گی۔ یہ پرے درجے کی گمراہی ہے (۱۴-۱۸) اس آیت
 سے ایک توہینہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی ہستی کے قائل ہی نہیں وہ اپنے
 نیک اعمال کا بھی کوئی اجر نہیں پائیں گے۔ کیونکہ اجر پانے کی نیت سے

تو وہ کام کرتے ہی نہیں بلکہ نام و نمود کے لئے کرتے ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے یہ اعمال وہ ہیں جو حق کو نیست بنا کر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعمال کو راہوں سے تشبیہ دی گئی ہے جسے ہوا اڑا کر ضائع کر دیتی ہے اسی طرح اللہ ان کے اعمال کو بے کار کر دیتا ہے۔ اس مثال سے لوگوں کو ایک تڑپہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے پروردگار اور خالق پر ایمان رکھتے ہوئے نیک کام کریں تاکہ آخر پانے کے مستحق ہو سکیں اور دوسرے یہ کہ حق کو مٹانے کے لئے کوئی کام نہ کریں۔ کیونکہ ایسے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اپنے خالق اور رب کا انکار نہ کریں کیونکہ اجر دینے والا وہی ہے۔

۱۶۱ انا پیدا کرتے ہوئے خالق کا پیدا نہ کرنے والے کی طرح نہ ہونا
 اَفَسَنُ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۵ النحل ع ۱۶
 "تو کیا جو پیدا کرتے ہیں وہ اس کی طرح ہیں جو پیدا نہیں کرتا سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرنے (۱۶-۱۶)۔"

بلاشبہ جو پیدا کرتے ہیں وہی قابل پرستش ہے کیونکہ وہ خالق ہے۔ اور جو پیدا نہیں کر سکتا وہ خالق نہیں ہو سکتا لہذا وہ عبادت کے لائق نہیں کیونکہ وہ خود پیدا شدہ ہے۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے "وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ط اَمْ اَتَىٰ تَخْوِيفًا وَّ اَحْيَاءٌ مِّمَّنْ اَمْ اَمْواتٌ غَيْرُ حَيِّۙۤا ط وَمَا يَشْعُرُونَ اَبَانَ يَبْعَثُونَ ۵ النحل ع ۱۶" اور وہ

جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکار رہے ہیں۔ وہ کوئی سچیز پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں مرے میں نہ زندہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (آیت ۲۰ و ۲۱) ان آیات سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان جن کو لوگ خدا کے پکار رہے تھے۔ وہ مر چکے تھے۔ کوئی ان میں سے زندہ نہ تھا۔ اور نہ ان کو یہ علم تھا۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ دوسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جن کو انسان کے ایک بڑے حصہ نے خدا بنا رکھا ہے۔ وہ بھی اس آیت کے نزول کے وقت مردوں میں داخل تھے۔ فَلَمَّا تَوَسَّطْتَنِي رَامَاثُ ۱۶۷

”جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ (۵۱۔ ۱۱۱) کے الفاظ اس پر گواہ ہیں۔ مگر افسوس اکثر مذہبی راہ نما ان الفاظ سے وفات کے معنی نہیں لیتے مگر جب کسی میت کے لئے جنازہ کی نماز میں یہ دعا مانگتے ہیں وَمَنْ تَوَسَّطْتَنِي مَرَاتُ ۱۶۷ علی الایمان اور جسے تو ہم میں سے وفات دینے تو اسے ایمان پر وفات دے تو پھر توفی کے معنی وفات کے ہی لے لیتے ہیں۔ یہ ہے ان کا ہم قرآن جس پر انہیں بڑا ناز ہے تیسرے یہ واضح ہوتا ہے کہ اموات کے بعد غیر احواء تاکید کے طور پر لایا گیا ہے کیونکہ اموات سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اُسندہ کہیں ان پر موت آجائے اس لئے فرمایا کہ نہیں وہ اس وقت بھی زندہ نہیں۔ بعض مذہبی پیشوا کہتے ہیں کہ یہ آیت بتوں کے متعلق ہے حالانکہ وَاللَّيْلِيْنَ کا صیغہ کبھی بھی محض بتوں کیلئے قرآن کریم میں استعمال نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی مثبت قیامت کے دن اٹھیں گے۔

(۱۶) سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی کی طرح نہ ہو جانا
 وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقَصَتْ شَرْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ قَوْلِ أَنْكَرْنَا وَتَقَعَدُوا
 أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ بِيَهُ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا
 يَبْتَلُواكُمُ اللَّهُ بِهِ ط وَ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ
 مُخْتَلِفُونَ ۝ (النحل ۷۳) اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کر کے
 کاٹا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا موجب بنا لیتے
 ہو اس لئے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھ کر ہو۔ اللہ اس طرح تمہیں
 آزماتا ہے اور وہ ضرور تمہارے لئے قیامت کے دن وہ باتیں کھول کر بیان
 کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (۱۶-۱۷۲)

یونکہ اکثر لوگ اپنے عہدِ قول و قرار اور اپنی قسموں کو توڑ دیتے تھے اس
 لئے عہد کو پورا کرنے اور قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ اس
 آیت سے واضح ہوتا ہے وَ اذُوقُوا عَذَابَ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا
 تَقْضُوا الْاٰجْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا ۝ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ
 كَفِيْلًا ط رَاتَّ اللَّهُ لِعَلْمِ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (النحل ۷۳) اور اللہ کے عہد
 کو پورا کرو جب تم عہد کر لو۔ اور قسموں کو ان کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو اور تم
 اللہ کو اپنا ضامن نہ چکے ہو۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (۱۶-۱۷۱)
 دراصل یہ عہد اور قسمیں باہمی اختلاف کے باعث آپس میں فساد کا موجب

بنانے کے لئے تڑی جاتی تھیں جس کی تہہ میں یہ غزن ہوتی تھی کہ ہماری جماعت سرری
 جماعت سے بڑھ چکے۔ جس کی اس آیت میں مخالفت کی گئی ہے وَلَا تَتَّبِعُوا
 آيْمَانَكُمْ وَخَلْقًا يَبِينُكُمْ فَانزِلْ قَدَامَ آيْعَدًا يَوْمَ تَأْتِي
 الشُّرُوعَ بِمَا صَدَقْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَتَكْفُرُونَ بِمَا كَفَرْتُمْ
 وَالنَّحْلُ ع ۱۳) اور اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا موجب نہ بناؤ ایسا نہ ہو کہ قدم
 چھپچھپ کر چل جائے اور تم تکلیف کا عزم نہ کرو اس لئے کہ تم نے اللہ کی راہ
 سے روکا اور تمہیں بڑا عذاب ہوا۔ (۱۳ - ۱۴)

جب برادران اسلام نے اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا موجب بنا لیا تو پھر
 ان کی وسیع سلطنت بھی کاسے بوسے موت کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اس تشبیہ
 سے لوگوں کو یہہ سکھایا گیا ہے۔ کہ اپنی قسموں کو لپکا کرنے کے بعد فساد کا موجب
 بنانے کے لئے نہ تڑو۔ بلکہ ان کی محافظت کرو۔ وَحَفِظُوا آيْمَانَكُمْ وَالْمَائِع
 اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (۵ - ۸۹) اور اپنے عہد کو پورا کرو جو مومن
 کی صفت ہے۔ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (المؤمنون ع ۱۱) اور اپنے عہد
 پاس رکھنے والے ہیں۔ (۲۳ - ۹)

(۱۸) اللہ کا شکر کیسے بھرا جائے اور اس کے آسمان سے گرنے والے کتنا تسبیح و ثناء
 دہن بھیرا کہ يَا لَلَّهِ قَدَامَا لَمَّا صَدَرِ مِنَ السَّمَاءِ فَتَطْمَعُ الطَّيْرُ
 اَوْ تَهْوِي بِهِنَّ السَّمَاوَاتُ فِي مَكَانٍ سَمِيْعٍ (الجموع ع ۴) اور جو کوئی اللہ

کے ساتھ رادرو کو شریک بنائے تو گو یا وہ بلندی سے گر پڑا پھر اسے پرزے اچک
 لے جائیں گے یا ہوا اٹھائے گا اور وہ کے مکان میں پھینک دے گی (۲۲-۳۱)
 اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ توحید یہ قائم رہنے سے انسان کا مقام بلند
 ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان اپنے جیسی سستی کر خدا کا شریک ٹھہرا کر اپنے آپ کو
 نیچے گراتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مشرک کا انجام سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں ہوتا یہی صبر
 ہے کہ اللہ کا شریک ٹھہرانے کی مخالفت کی گئی یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَإِذَا
 قَالُوا لَقَدْ عَلَّمُنَا لَدُنَّا رَبِّنَا وَهُمْ يَعْبُدُونَ لِقَوْمٍ يَشْرِكُوا بِاللَّهِ طِرَانًا
 الشُّرَكَاءَ لَعَلَّهُمْ عَظِيمُونَ (لقمن ع ۲) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے
 سے کہا اور وہ اسے نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ
 کرنا کہ شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے (۳۱ آیت ۱۳) اس تشبیہ سے یہ سکھایا
 گیا ہے کہ جیسے بلندی سے گرنے والے کا کوئی سہارا نہیں ہوتا اسی طرح سے مشرک
 کی بھی کوئی پشت و پناہ نہیں ہوتی۔ لہذا خدا پر ایمان لائیں جو بڑا مضبوط سہارا
 ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف تمام جہانوں کا پالنے والا بلکہ ہر شے کا خالق ہے۔

(۱۹) موجودہ کافروں کا پہلے کافروں کی طرح کہنا

بَلْ قَالُوا امِثْلَ مَا قَالِ الْاَوَّلُونَ ۝ قَالُوا اءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
 تُرَابًا اَوْ عِطَابًا اِنَّا لَمَعِبُوْنَ اُولٰٓئِكَ ۝ (المؤمنون ع ۵) بلکہ اسی کی طرح
 کہتے ہیں جو پہلوں نے کہا۔ کہتے ہیں کیا جب ہم مر جائیں گے۔ اور مٹی اور

ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے (سورہ ۲۱ - ۲۱) پہلے کانفرنسی
 میں کہا کرتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ اَلْجِدُّ كَمَا اَنْكُمُ اِذَا مِتُّمْ
 وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنْكُمْ مَخْرُجُونَ ۝ هَيْبَاتُ هَيْبَاتٍ
 لِمَا تُوعَدُونَ ۝ رَانَ هِيَ الرَّاحِيَاتُ اَلدُّنْيَا مَوْتٌ وَحَيَاةٌ
 مَا تَنْهَوْنَ عَنْهَا ۝ (سورہ ۲۱ - ۲۱) کیا وہ تمہیں ڈراتے ہیں کہ جب
 تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے۔ تو تم (پھر) لکڑے کا ڈگے بہت
 ہی ڈر (از عقل) بات ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جائے۔ یہ کچھ نہیں مگر
 صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں۔ اور ہم
 دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے (آیت ۲۳ تا ۳۵) حقیقتاً مادہ پرست
 ہمیشہ حیات بعد از ممات یعنی لعث بعد الموت کی حالت پر نہ صرف
 تعجب بلکہ اس کا انکار ہی کرتے رہے اس لئے انہیں طرح طرح کے پیرایوں
 میں مختلف دلائل کے ساتھ سمجھایا گیا جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا
 ہے۔ فَا نْظُرْ اِلَى الْاَثْرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
 اِنَّ ذٰلِكَ لَمَنْ لَّحِي الْمَوْثِقِ ۝ رَهْمًا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِ ابْرٰهٖمَ ۝ (الروم ع ۵)
 سو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار کی طرف دیکھ کس طرح زمین کو اس کی
 موت کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور
 وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ وَ لَمْ يَعْشِرْ بِمَخْلُقِينَ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُنْجِي الْمَوْتَىٰ ط
 بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الاحقاف ۴۷) کیا انہوں نے طور
 نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے
 سے تمہکا نہیں وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ ہاں وہ ہر چیز پر
 قادر ہے (۴۷ آیت ۴۷) اَيُّحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُدْرِكَ سُدًى ط
 اَلَمْ يَكُ نَطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ مَّيْمَنًا وَّ شِمَا لًا كَانَتْ عَاقِلَةً مَّخْلُوقَةً سَوِيًّا ط
 فَجَعَلْ مِنْهُ الذُّرِّيَّةَ الذَّاكِرَةَ الْاِنْسَانِ ط اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ ط
 عَلَىٰ اَنْ يُنْجِيَ الْمَوْتَىٰ ط (القيمة ۴۷) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہل ہی
 چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ منی کا ایک لطفہ نہ تھا جو ڈالی جاتی ہے پھر وہ ایک
 لوتھڑا تھا سو اُسے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا تب اُس سے دوزخ بنائے
 مرد اور عورت کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے (۴۷ آیت
 ۴۷ تا ۵۱) اس آیت سے یہ بتلایا گیا ہے کہ جس سستی نے عجیب و غریب طریق سے
 یہ زندگی بنائی رکھا وہ دوسری زندگی نہیں بنا سکتا؛ احادیث میں ہے کہ
 آنحضرت جب یہ پڑھتے تو کہتے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِئْسَ
 اللّٰهُ تَعَالَىٰ اَنْ تَمَامِ كَامُوْنَ بِرَقَادِرِهِمْ سَمِيْنٌ سَمِيْنٌ كِي شَانِ بَلِيْدٌ هُوَ تَوْتِي هُوَ
 مگر وہ ایسے کام بہرگز نہیں کرتا جن سے اس کی شان نہ صرف گھٹتی ہو بلکہ
 اُس پر حرف آتا ہو۔ مثلاً عورت کو بغیر مرد کے حمل کر دیتا۔ جس سے یہ معلوم
 ہے جن کا کرنا انسان کی طاقت میں رکھا گیا ہے مثلاً پلوں کا تیار کرنا اور سامان جنگ کا تیار کرنا

ہو۔ کہ وہ بھی انسان کی طرح صاحب اولاد ہے۔ اس تشبیہ سے ایمان والوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ کافروں کے ان اقوال اور رسومات کی جو قرآنی تعلیم کے خلاف ہوں نقل نہیں کرنی چاہئے۔

(۲) کافروں کے اعمال کو چمکتی ریت سے تشبیہ دینا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَهْمًا لَهُمْ لَسْرًا بِبِقِيَّةِ يَحْسَبُهُ
الظَّالِمَاتُ مَاءً طَافِيًا إِذَا جَاءَهُمْ لَمْ يَجِدْ لَهُ شَيْئًا وَجَدَ
اللَّهُ يَحْسَبُهُ كَفُوفًا حِسَابًا ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۗ

النور ع ۵) اور جو کافر ہیں ان کے اعمال چمکتی میدان میں چمکتی ریت کی طرح ہیں۔ جسے پیا سا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے سو وہ اس کا حساب اسے پورا پورا دے دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (آیت ۳۹) اس آیت میں کافروں کے اعمال کو سراپ سے مشابہت دی گئی ہے۔ کیونکہ پیسہ دور سے چمکتی ہوئی ریت سے ایک پیسے شخص کو یہ دھوکا لگ جاتا ہے۔ کہ وہ پانی ہے لیکن نزدیک اگر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہاں پانی کا تو نام و نشان ہی نہیں اسی طرح کافروں کے مال و دولت۔ کہ فرار و نشان و شرکت کو دور سے دیکھتے سے ایک ایماندار شخص کو یہ دھوکا لگ جاتا ہے۔ کہ وہ تو بڑے خدا رسیدہ لوگ ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک رہ کر یہ معلوم ہو جاتا

ہے کہ یہاں تو روحانیت کا نام و نشان ہی نہیں۔ یہ تمام مال و متاع اور ساز و سامان اور زیب و زینت محض دنیاوی اغراض اور نفسانی خواہشات سے وابستہ ہیں۔ خدائی رضا مندی کا تو ان میں کوئی مشافیہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ تو نہ صرف مشرک بلکہ خدا کے ہی منکر ہیں۔ اس مثال سے ایک تویہ سکھایا گیا ہے کہ انسان کو ظاہر کی حالات سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ لَا يَغْنَمُ الَّذِينَ تَكَلَّبُوا فِي بَيْنِ يَدَيْنِ لَئِيْلٌ مَّا وَاعَدُوا كَثِيْرًا وَّ فِي الْبِلَادِ الْمَوْتَا وَّ فِي سَمْعِهِمْ حُحُوْرٌ وَّ فِيْ اَنْفُسِهِمْ اِمْهَادٌ (آل عمران ع ۲۰) جو کافر ہیں ان کا ملکوں میں نہ صرف تجھے دھوکے میں نہ ڈالے تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بہت بڑی جگہ ہے (آیت ۱۹۵ و ۱۹۶)

اور دوسرے یہ کہ دنیا کا مال و متاع اور ساز و سامان صرف چند روز ہے لہذا زندگی کا مقصد اسے نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ آخرت کی زندگی کی طرف زیادہ توجیہ دینی چاہئے کیونکہ وہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

(۲۱) کافروں کے اعمال کو سمندر کے اندھیرے سے تشبیہ دینا
 اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ وَّجْهُ قِيْنٍ فَوْقَهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلَمْتُ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ لَّذَا اٰخِرُجِمَ يَدَاكَ لَمْ يَكُنْ يَزِيْهَا وَّمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ اَللّٰهُ لَكَ نُوْرًا فَمَا لَكَ وَّمَنْ لُّوْرٌ وَّ اَلنُّوْرُ ع ۵) یا جیسے گہرے

سمندر میں اندھیرے اس کے اوپر ایک لہر چڑھی آرہی ہے اس کے اوپر
 ایک اور لہر ہے اس کے اوپر باہلی سے اندھیرے ہیں جو ایک دوسرے پر
 چڑھے ہوئے ہیں جیسا وہ اپنا ہاتھ لگا لگا ہے۔ تو اُسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔
 اور جیسے اللہ روشنی نہ دے اُسے دکھیں بھی، روشنی میں تھی ریلنگ اس آیت میں
 کافروں کے اعمال کو گہرے سمندر کے اندھیرے سے مشابہت دی گئی ہے۔
 جس کی تاریکیوں میں کوئی شخص اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔
 اسی طرح کافر بھی اپنی گمراہیوں، سیاہ کاریوں، کوری تقایدوں اور نفسانی
 خواہشوں کی تاریکیوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے حق کو نہیں دیکھ سکتا۔
 گویا جہالت کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ چوتلہ وہ اندھیرے میں رہنے
 کا عادی ہو چکا ہے لہذا وہ نور یعنی روشنی سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ
 کا نور اسی شخص کو دلتا ہے جو اپنے خالق سے تعلق پیدا کر کے اعمال صالحہ
 کرتا ہے۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَأَوْفَقُوا لَهُمْ الصِّدْقُ يَتَّقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط
 لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ط (الحدا ۲۴) اور جو اللہ اور اس
 کے رسولوں پر ایمان لائے یہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید
 ہیں۔ اُن کے لئے اُن کا اجر اور اُن کا نور ہے (۵۶-۱۹) اس تشبیہ
 سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ جو انسان اللہ کی عبادت، آنحضرت کی

رسالت اور قرآن کی ہدایت سے منہ پھیرتے ہیں وہی اندھیرے میں رہتے ہیں

(۲۲) جنت کا وعدہ پالنے والے کا عذاب پانے والے کی طرح نہ ہوتا
 اَمِنَ وَعَدُّنَا لَهُ وَعَدًّا حَسَنًا هُوَ لَا يَتَذَكَّرُ لَكُمْ مَتَعْنَاهُ وَتَتَّبَعُ
 الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ﴿۲۲﴾ (القلم)

جہلا جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے پھر وہ اسے پالنے والا بھی ہے

اُس کی طرح جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا سامان فائدہ اٹھانے کو دیا پھر وہ

قیامت کے دن بوعذاب میں حاضر کئے گئے لوگوں میں سے ہوگا (۲۸ آیت ۷۱)

یا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور اہل صائمہ کئے وہ اللہ کے وعدہ کے مطابق

جنت کو پائیں گے یہ آیت اس پر شاہد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَحَدِّثُوا الصَّالِحِينَ

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿۱۸﴾ (النساء)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ہم باغوں میں داخل

کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ انہیں میں رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا

ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون بات کا سچا ہے (۲ آیت ۱۲۲) اور جو لوگ اللہ کے

ذکر سے غافل ہو کر دنیا کے کاموں میں ہی مشغول رہتے ہیں وہ وفدخ میں جائیں

گئے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْيِدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزُيِّنَ لَهَا

مَوْتًا اَلَيْسَ لَهَا لِيَوْمِئِذٍ اَوْحَاثًا ﴿۱۸﴾ (النساء)

أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا
صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلَّ قَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ ہود ۲) جو دنیا کی زندگی

اور اس کی زندگی ہی چاہتا ہے ہم۔ انہیں ان کے عمل اسی زندگی میں پوسے
دیدیتے ہیں۔ اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی وہ لوگ

ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے
اس دنیا میں کیا ہے کام نہ آئے گا۔ اور جو کچھ وہ کہتے تھے باطل ہے (آیت ۱۱)

اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ ایمان لا کر نیک کام کریں تاکہ
انہوں کے لئے جنت ہو اور ان کے لئے جہنم نہ ہو۔ ان کے لئے جہنم اور جنت

پائے اور ان کے لئے جہنم نہ ہو۔ جو دنیا کے کاموں میں ہی متغرق رہتے ہیں۔
(۱۲) مومن کا فاسق کی طرح نہ ہونا

أَقْبَنُ كَان مَوْمِنًا كَمَنْ كَان قَائِمًا لَا يَسْتَوُونَ (السجدة ۱۷)
"تو کیا وہ جو مومن ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے

(۱۸) بلاشبہ فرمانبردار اور نافرمان کبھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ
ان کے اعمال میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی جنت اور سزا بھی مساوی

نہیں۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ أَمَّا الَّذِينَ اصْطَفُوا
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَدْرَأُوهُ فِيهَا
وَدُّوا مَرَدًّا

مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُرُّوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي
 كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ وہ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اچھے عمل کرتے
 ہیں تو ان کا ٹھکانا باغ ہیں یہ ان کی امہانی ہے۔ اس کا بدلہ جو وہ کرتے
 تھے۔ اور جو نافرمان ہیں تو ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ جب کبھی چاہیں گے
 کہ اس سے نکل جائیں اس میں لوٹا جیسے جہانیں گے۔ اور انہیں کہا جائے گا
 آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ (۳۲ آیت ۱۹ و ۲۰) اس تشبیہ
 میں مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ نیک کام کریں تاکہ فاسق کی طرح نہ ہونے پائیں
 کیونکہ تیکوں اور بدوں کی زندگی اور موت کا یکساں ہونا گمان باطل ہے یہ آیت
 اس پر شاہد ہے۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
 كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا حَمِيْلًا وَصَلْحًا لِّسِرَاتِ سَرَّاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتٌ
 لَهُمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ الْجَاثِيَةُ ۷۲ "کیا جو لوگ بدیاں
 کھاتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان کی طرح کر دیں گے جو ایمان لاتے
 اور اچھے عمل کرتے ہیں یعنی ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہے۔ برابری جو
 یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ ۲۵-۲۱

(۲۲) حضرت موسیٰ کو ایذا دینے والوں کی طرح نہ ہوجانا
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا حَمِيْلًا وَصَلْحًا لِّسِرَاتِ سَرَّاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتٌ لَهُمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ الْجَاثِيَةُ ۷۲

اُسے لوگوں جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی (آیت ۳۳ آیت ۶۹) حقیقتاً یہودی حضرت موسیٰ کے متعلق بُری باتیں کہہ کر انہیں دکھ دیا کرتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے تَرَاذُ قَتَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمٍ لِّمَ تَوَدُّ ذُو قُرْبَىٰ وَقَدْ تَعَدَّوْنَ اٰتِیَ رَسُوْلٍ اللّٰهِ اَلَيْكُمْ بِالرَّصْفِ ع ۱) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف سے اللہ کا رسول ہوں (آیت ۳۳) جیسے یہودی حضرت موسیٰ کے متعلق غلط باتیں بیان کرتے تھے اسی طرح منافق اکھنڈت کے متعلق غلط باتیں پھیلاتے تھے۔ اور بعض مسلمان بھی اپنی سادگی سے ان کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ بعض اس قسم کے چھوٹے چھوٹے حضرت زینبؓ کے متعلق بھی جو منافقین نے مشہور کئے تھے روایات میں راہ پاگئے۔ اس لیے مسلمانوں کو یہ تنبیہ کی گئی کہ وہ رسول اللہؐ کو ایذا دے کر یہودیوں کی طرح نہ ہو جائیں کیونکہ ایذا دینے والوں کے لیے بڑا سخت عذاب ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ دُوْدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ (الاحزاب ع ۷) اور تم کو مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو (آیت ۵۳) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب ع ۷) وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ

بند ہوگا اللہ نے اُسے اُس سے بری کیا جو وہ کہتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک مرتبے والا تھا

لئے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے سوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے“
 (۲۳ آیت ۵۷) نہ صرف آنحضرت کو ایذا پہنچنے کی ممانعت بلکہ مومن مرد اور مومن عورتوں
 کے متعلق بھی غلط فہمیاں اور غلط باتیں پھیلانے اور ناپاک تمثیلیں لگانے کی ممانعت
 کی گئی ہے۔ عیساکہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا وَتَبْخُؤًا أُولَٰئِكَ نَجْزِيهِمْ عَذَابًا أَلِيمًا
 الاحزاب ۵۷ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر
 اس کے کہ انہوں نے (قصود) کیا ہو تو وہ بہتان اور کھلم کھلاہ کا بوجھ اٹھاتے
 ہیں ۳۳ آیت ۵۸ اِنَّ الَّذِيْنَ يَوْمُوْنَ بِالْحَيْثُوْنِ الْمَغْلُوْبَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ
 لَيَجْنُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ص وَالَّذِيْنَ يَوْمُوْنَ بِالْحَيْثُوْنِ الْمَغْلُوْبَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ
 ”جو لوگ پاک ڈامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت
 میں لعنت ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے (۲۳ آیت ۲۳) اِنَّ الَّذِيْنَ
 قَتَلُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ كَفَرُوا بِمَا قَتَلُوْنَ فَاهُمْ عَذَابًا مُّهِمًّا
 وَكَفَرُوا بِالْحَسْرِ تَقِي وَالْمَبْرُوجِ ع (۱) وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن
 عورتوں کو دکھ دیتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے
 اور ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے (۸۵ آیت ۱۰) اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ
 سکھایا گیا ہے کہ حتی الوسع کسی بشر کو ناحق دکھ اور تکلیف نہ دیا جائے۔ اور کسی
 پر جھوٹا بہتان لگایا جائے۔ کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

(۲۵) حقیقی عورتوں کی آنکھوں کو انڈوں سے تشبیہ دینا

وَعِنْدَهُمْ قِصِرَاتٌ الشَّرَّابِ عَيْنٌ ۚ كَأَنَّهِنَّ بَيْضٌ مِّمَّنْ مَكْنُونٌ

(والصَّفَاتِ ع ۲) ”اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی بڑی آنکھوں والی ہوں گی

گویا کہ وہ محفوظ کئے ہوئے اندھے ہیں (۳۷-۳۸) اس آیت سے صاف ثابت

ہوتا ہے کہ بہشت میں عورتیں بھی ہوں گی جن کی آنکھوں کو انڈوں سے تشبیہ دی

گئی ہے گویا وہ بہت خوبصورت ہوں گی۔ خدا جانے عورتوں کے بہشت میں ہونے

سے مرد کیوں چونک جاتے ہیں۔ حالانکہ جس سوسائٹی۔ مجالس گھر اور کلب میں

عورتیں نہ ہوں وہ اچھی نہیں لگتی چنانچہ خانہ کعبہ میں بھی مرد اور عورت مل کر

کھلے چہرے طوائف کرتے ہیں۔ اور نمازیں بھی عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ اور جنگوں

میں بھی بطور زہر کے کام کرتی ہیں۔ حقیقتاً جو انعام و اکرام مردوں کے لئے ایمان

لانے اور اعمال صالحہ کرنے پر رکھا گیا ہے۔ وہی عورتوں کے لئے بھی یہ آیات

اس پر گواہ ہیں۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ

وَمِنكُمْ مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ نَبَعْنَاكُمْ مِّنْ بَعْضِ آلِ عِمْرَانَ ع ۳۰

”اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے

عمل کو ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے سے ہو رہے ہو“

وَمِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۵۰ (المؤمن ع ۵۰) اور

نیکی کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو وہی بہشت میں داخل ہوں گے
 اس میں بے حساب رزق دیئے جائیں گے۔ (۲۴ آیت ۱۴) اس تشبیہ سے لوگوں
 کو یہ سکھایا گیا ہے کہ نظریں نیچی رکھنا ایک شرافت کا نشان ہے چنانچہ مومن
 مردوں اور مومن عورتوں کو اس دنیا میں ہی نظریں نیچی رکھنے کا مساوی حکم
 دیا گیا ہے تاکہ مسلم خواتین بھی باہر کھلے چہرے نظریں نیچی رکھنے سے جنتی عورتوں
 کی صفات حاصل کر سکیں۔ مگر افسوس اکثر مسلمان مرد خود تو باہر کھلے چہرے
 نظریں نیچی رکھتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں کو ایسا نہیں کرتے دیتے۔ گویا انہیں نہ
 صرف شرم و حیا کے نشان سے بلکہ جنتی عورتوں کے اوصاف سے محروم رکھتے
 ہیں۔ جو سراسر ظلم اور نا انصافی ہے بلاشبہ نظریں نیچی رکھنا شرم و حیا
 کا نشان ہے اور یہ اللہ کی شان سے بعید ہے۔ کہ خود ہی ایک نشان قائم کرے
 پھر خود ہی عورتوں کے حق میں اس پر پردہ ڈالنے کا حکم دے کہ اس نشان
 کو مٹا دے۔ حالانکہ شرم و حیا کا نشان باہر بھی کھلا رہنا چاہئے مگر افسوس یہ نکتہ
 عامیان رسمی پردہ کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔

(۲۶) التَّارِكِ ذَاتِ اَوْ صِفَاتٍ جَيْسَا كَسِي كَا نَهْ هُوَا

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشُّرُوحُ ۲) اُس کی مثل کوئی چیز نہیں (۲۶-۱۱)

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی جوڑا نہیں حالانکہ اُس نے تمام چیزوں کے
 جوڑے بنا کے ہیں جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ طَحْيَةً لَكُمْ دِينٍ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْإِنْعَامِ آيَاتٌ لِّكُمْ فِيهَا
يَذُرُّكُمْ ذُرِّيَّتُكُمْ وَاللَّهُ يَذُرُّكُمْ كَمَا يَشَاءُ وَمَا تَعْلَمُونَ

تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور چار پالیوں کے بھی جوڑے
رہیں گے (وہ اس طرح) سے تمہیں بھینٹا رہتا ہے (مزم - آیت ۱۱) تَبٰرَكَ الَّذِي

الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّا لَنَرُوهُ لَعَنَ رَبِّهِمْ كَمَا يَلْعَنُ الْإِنسَانُ
وَالَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّا لَنَرُوهُ لَعَنَ رَبِّهِمْ كَمَا يَلْعَنُ الْإِنسَانُ

اس سے جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کی اپنی جانوں سے اور اُس سے جو وہ نہیں
جانتے (۲۹ آیت ۳۹) وَالَّذِي خَلَقَ كَازْوَاجٍ كَلَّمَا - (الزخرف ۱۱)

اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کئے (۲۹ آیت ۱۲) تَفْقِهُوا آيَاتِ
الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّا لَنَرُوهُ لَعَنَ رَبِّهِمْ كَمَا يَلْعَنُ الْإِنسَانُ

پیدا کرنے میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ اُن کے درمیان تو اللہ ہوا اور انسان اور
حیوان کی نسل بھیلے چوتھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ جو کبھی مرتا

نہیں (۲۵-۵۸) اس لئے اُسے اپنی نسل کے بڑھانے کی کوئی حاجت نہیں
پہی وجہ ہے کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ بَلَىٰ لَعَنَ

الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّا لَنَرُوهُ لَعَنَ رَبِّهِمْ كَمَا يَلْعَنُ الْإِنسَانُ
الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّا لَنَرُوهُ لَعَنَ رَبِّهِمْ كَمَا يَلْعَنُ الْإِنسَانُ

الذی نام (۱۳) آسمانوں اور زمین کا عجیب سا پیدا کرنے والا۔ اُس کا بیٹا کیسے
سکتا ہے حالانکہ اس کی خودی نہیں اور لاکھوں سال پہلے میں یہ حکمت ہے کہ حیوان
کوئی عرق نشہ انسان اپنی بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت کو حمل کرنا پس

ہیں کہ کیونکہ یہ لڑنا کہتا ہے تو پھر وہ خدا جو حکمت والا اور دانائی والا ہے یہ حکم دے کہ
 کہتا ہے کہ تم میری نہ جاؤ اور میرا اعلان کہو کہ اس کی کوئی بیوی نہیں حضرت مریم کو حمل
 کیوں کہ سے جو سراسر اس کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو وہ اس کی بیوی نہیں رہ سکتی
 وہ مخلوق کی حیثیت سے خالق کے پرانے نہیں ہو سکتی تیسرے خالق اور مخلوق میں ایک
 نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ عورتوں کو مردوں کی کھیتی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ
 اللہ کا ارشاد ہے **نِسَاءٌ كَمِثْلِ حَرْدِ النَّعْمِ** (البقرہ ۱۶۵) تمہاری عورتیں تمہارے
 سے کھیتی ہیں **۲۲ آیت ۲۳** **اِنَّ مَسٰلِحَ الْاِنْسَانِ لَآ اِلَّا لِدِيْنِہٖ** (البقرہ ۱۷۷) کی غلط تادیب
 کر کے یہ کہتا کہ باوجود بیوی نہ ہونے کے پھر بھی اللہ نے اپنی قدرت سے بغیر
 مرد کے حضرت مریم کو حمل کر دیا سراسر اللہ پر افترا اور بہتان ہے کیونکہ جو حمل
 کر سکتا ہے وہ صاحب اولاد بھی ہو سکتا ہے مگر یہ نکتہ مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیچتا
 حالانکہ اس سے اللہ کی ذات اور صفات پر ایک بڑا بھاری سرف آتا ہے کیونکہ اللہ
 تعالیٰ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اسے اس کی شان بڑھتی ہے اور کبھی وہ کام نہیں کرتا
 جو اس کی شان کے خلاف ہے۔ یہاں نہ ہو یا اس کی شان میں کوئی سبب لائے یا اس کی شان میں
 کوئی نقص پیدا کرے۔ چنانچہ حمل کرنا اللہ کی شان ہے نہ کہ خدا کا۔ علاوہ انہی یہ
 نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی وہ کام نہیں کرتا جس کا کرنا انسان کی طاقت
 میں رکھا گیا ہو۔ مثلاً ریڈیو کا بنانا۔ ٹیلی ویژن کا ایجاد کرنا۔ اور عورتوں کو بغیر مرد کے
 نہ صاف ظاہر ہے کہ عورتوں سے جس لیتی ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے **لَمَّا نَسَتْ مَا فِي جَنَابِہٖ**

اور اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کو حمل کرنے کی طاقت عطا فرمائی تھی اور اس کی شان میں کوئی نقص پیدا نہیں کیا۔

حمل کر دینا۔

(۲۶) جہازوں کو پہاڑوں سے تشبیہ دینا

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الشوریٰ ع ۲۶) اور اس

کی نشانیوں میں سے سمندر میں پہاڑوں جیسی کشتیاں ہیں (۲۲ - ۳۲) رُكَّهٌ الْجَوَارِ

الْمَلْبَسَاتِ الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الرحمن ع ۱۶) اور اسی کی کشتیاں ہیں جو سمندر

میں پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی ہیں (۵۵ - ۲۴) دراصل کشتیوں اور جہازوں کا

سمندر میں چلنا اللہ کے فضل کے نشانات میں سے ہے۔ کیونکہ ان سے ایک ملک

کے مسافر دوسرے ملک کو آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔ اور مال تجارت بھی ایک ملک

سے دوسرے ملک کو لے جاتے ہیں۔ اور پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی کشتیاں وہی

ہیں جو اس زمانہ میں نظر آتی ہیں اور انہی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ

کے فیضہ قدرت میں ہیں جب چاہے انہیں فنا کر دے۔ چونکہ اللہ کے بندے خدا واد

قوی اور سامانوں کو استعمال کر کے جہاز بناتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے جہازوں کو اپنی

طرف منسوب کیا ہے، اس تشبیہ سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو لوگ رفاہ عام کے

مفید کام کریں گے۔ انہیں کے نام دنیا میں بلند ہوں گے۔

(۲۸) کافروں کو حیوانوں سے تشبیہ دینا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَيَتَمَتَّعُونَ بِالْحُلِيِّ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ

مَشْوَى كَهَمِّهِمْ (محمد ع ۲۶) اور جو کافر ہیں وہ چند روزہ فائدہ اٹھاتے

ہیں اور کھاتے ہیں جس طرح چار پائے کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانا ہے (۱۲)۔
چونکہ کافروں کی زندگی کا نصب العین سوائے کھانا کھانے اور عیش عشرت کرنے کے
اور کچھ نہیں ہوتا اس لئے انہیں حیوانوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ ان کی بھی
یہی غرض ہوتی ہے اس تشبیہ سے یہ سکھایا گیا ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کا کوئی صحیح
اور عمدہ نصب العین نہیں بناتا وہ کبھی بھی ترقی کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔
(۲۹) قرآنی احکام پر چلتے والے کا اپنی خواہشات کی پیروی کرنا کبھی صحیح نہ ہوتا
أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُرَّكَ لَهٗ بُيُوتٌ مِّنْ عَشِيرَتِهِ
وَأَتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (محمد ع ۲) "تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف
سے ایک کھنی دلیل پر قائم ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جسے اُس کا برا عمل
اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (۱۲) آیت ۱۲
بلاشبہ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول
کے احکام سے نہ صرف لاپرواہ ہوتے ہیں بلکہ انہیں حقارت کی نظر سے
دیکھتے ہیں مگر مومن ہرگز ایسا نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ دونوں کا مقام الگ
الگ ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ
كُم بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ
مِّنْهُ وَفَضْلٍ لَّا يَهْدِي لِهِمْ إِلَٰهٌ حَرَّاطًا مُّسْتَقِيمًا (النساء ۱۲۴)

تو گوئی تمہارا تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشنی دینا آپکی سہمہ اور ہم نے تمہاری طرف سے واضح کر دیا اور نازل کیا ہے۔ سورہ لوطہ سورہ لوطہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑو ان کو وہ اپنی طرف سے رحمت اور فضل

میں داخل کرے گا۔ اور ان کو وہ اپنی طرف سے سیدھی راہ پر چلائے گا۔ لوطہ سورہ لوطہ
 بَلِ اتَّبِعِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِخَيْرِ عِلْمٍ قَسَمَ يَتَّبِعُونَ
 مَنَ أَضَلَّ أُمَّةً وَمَا لَهُمْ مِن نَّصِيرٍ ۝ وَالرُّومَ ۝ ۴۱ ۝

جو ظالم ہیں وہ اپنی خواہشات کی پیروی بغیر علم کے کر رہے ہیں سو اُسے کون ہدایت دے
 چھے اللہ گمراہ ٹھہرائے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ آیت ۲۹ اس تشبیہ سے مسلمانوں
 کو یہ رکھنا چاہیے کہ جو خواہشات اور رسومات قرآنی تعلیم کے خلاف ہوں ان پر عمل نہ کیا جائے
 اسی طرح سے جو اعتقادات کلامِ بانی کے خلاف ہوں انہیں اختیار نہ کیا جائے۔

اپنے اسما فقول کا اس شخص سے جس پر موت کی پہنچی ہو تشبیہ و یا حبانہ
 وَكَذَلِكَ نُنزِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ أُولِي الْأَبْصَارِ ۝ فَإِذَا أَنْزَلْنَا سُورَةَ مُحْكَمَةً

وَذُكِرَ فِيهَا آيَاتُ الْآيَاتِ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ
 الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا مُّهِمًّا ۝ ۳۱ ۝ اور جو ایمان لائے
 وہ کہتے ہیں کوئی سورہ نازل کیوں نہیں ہوتی پس جب ایک واضح معنی والی
 سورہ نازل کی گئی اور اس میں حجاب کا ذکر کیا گیا تو تو انہیں دیکھتا ہے جن کے دلوں
 میں بیماری ہے کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اس شخص کی طرح جس پر موت (کے خوف) سے

پیوستہ طاری ہو سو ان کے لئے پاکت ہے (۱۴ آیت) اس آیت میں منافقین
 کا ذکر کیا گیا ہے جو جنگ کرنا ناپسند کرتے تھے اور طرح طرح کے بہانے بنا کر جہاد سے
 پھرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ جنگ کے متعلق ابھی احکام نازل نہ ہوں۔ چنانچہ
 ان کی حالت کا نقشہ اس آیت میں کھینچا گیا ہے۔ وَلَمَّا كُنْتُمْ خَلِيفَةً فِي الْقِتَالِ
 إِذْ أَمْرٌ لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَرْضِ الَّتِي كَانُوا فِيهَا لِيُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 وَقَالُوا إِنَّا لَنُؤْتِيهِمْ كَسْبًا عَدِيتَنَا الْقِتَالَ لَوْلَا إِحْرَامُنَا لِيَأْتِيَ
 قَسْرٌ بَيْنَ طَرَفَيْهِمَا (۱۵ آیت) پھر جب ان پر جنگ ضروری ٹھہرائی گئی تو ان میں سے
 ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرتے رہا جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے
 بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور بولے اے ہمارے رب تو نے ہم پر جنگ کرنا کیوں
 ضروری ٹھہرایا کیوں کھوڑی مدت تک ہم کو ڈھیل نہ دی۔ (۱۶ آیت) (۱۷)
 بلاشبہ جس میں جہاد کی ترغیب ہو اور یہ خواہش ہو کہ جنگ کے احکام نازل ہوں وہ تو
 ایماندار اور جو جہاد کو ناپسند کرے اور اس سے منہ پھیرے وہ منافق اور جو یہ
 کہے کہ اب جہاد حرام و قبیح ہے، اسے کس نام سے پکارا جائے۔ اس لشکر سے
 مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیے
 کیونکہ کوئی قوم بغیر جنگ کے ترقی نہیں کر سکتی۔ غیر مسلموں کی حالت اس پر گواہ ہے۔
 (۱۸) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا نخل کرنے والوں کی طرح نہ ہونا
 هَآءِذِهِ هُوَ لَدَعْوَى لِنُفُوسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقِّبْنَاكُمْ

مَنْ يَخْلُجْ وَمَنْ يَخْلُجْ فَإِنَّمَا يَخْلُجُ عَنْ نَفْسِهِ ط وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَ أَنْتُمْ
 الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا خَيْرَكُمْ لَا تُمْرُوا
 آمَّا لَكُمْ (مخمس ۴) ”دیکھو تم وہ لوگ ہو جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ
 میں خرچ کرو۔ پس تم میں سے وہ ہے جو نخل کرتا ہے اور جو کوئی نخل کرتا ہے تو
 وہ صرف اپنی جان سے نخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور
 اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے گا۔ پھر وہ تم
 جیسے رنگ دل اندہ ہوں گے۔ (۴ آیت ۳۸) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے
 بہت وسیع معنی ہیں۔ چنانچہ قوم کی ترقی، ملک کی بہبودی اور مذہب کی امانت
 کے لئے خرچ کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ اس تشبیہ سے اہل اسلام کو بطور سر
 کے یہہ کہا گیا ہے کہ اگر تم نخل کرو گے تو پھر اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے
 آئے گا جو رفاہ عام کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرے گی اسی طرح جہاد سے
 منہ موڑنے پر تشبیہ کی گئی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَاللَّهُ إِلَّا تَنْفِرُوا وَاللَّهُ
 عَدَايَا لِيَا لِيَا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا خَيْرَكُمْ وَلَا تَنْفِرُوا شَيْئًا ط (تو بے
 اگر تم نہ نکلو تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے
 آئے گا۔ اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ (۹ آیت ۳۹) جب اہل اسلام اللہ کی
 راہ میں خرچ کرتے اور جہاد کرتے کے قابل نہ رہے تو پھر بطور سزا کے دوسری
 قومیں ان پر مسلط کر دی گئیں بلاشبہ ایک حکمران قوم کا دوسری قوم کے ماتحت

محکوم ہو کر رہنا ہی عذاب الہی ہے مگر افسوس برادران اسلام اپنی کمزوریوں کو محسوس نہیں کرتے اور نہ اپنے زوال کے اسباب پر کوئی غور کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں چھینتا جب تک کہ وہ اپنی عملی حالت کو نہ بدل لیں۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے ذَلِكْ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا لِّلْعَصَّةِ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا عَمَلَى تَرْمِيحَتَى يُغَيِّرُ مَا بِأَنفُسِهِمْ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَلْقٍ مِّثْلِكَ

اس لئے کہ اللہ کبھی کسی نعمت کو نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم پر کی ہو جب تک کہ وہ خود اپنی حالتوں کو نہ بدلیں (۵۳-۵۴) صاف ظاہر ہے کہ نیک اعمال سے ہی خدا کی نعمتیں ملتی ہیں اور برے کاموں کی وجہ سے ہی چھینی جاتی ہیں۔

(۳۲) غلاموں کو موتیوں سے تشبیہ دینا

وَيَطْوُونَ عَلَيْهِمْ فِي الْبِلَادِ الْغُلَامَ كَمَا تَصْنَعُونَ

(الطور ۱۱) اور ان کے پاس ان کے غلام پھرتے ہوں گے۔ گویا کہ وہ برے میں رکھے ہوئے موتی ہیں (۵۲-۵۳) غلامان سے یہاں جہنیوں کے تشبیہ مراد ہیں جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور دنیا کی دل چسپیوں میں کوئی حصہ نہ لیا اور نہ دنیا کی آلودگیوں میں مبتلا ہوئے کیونکہ چھوٹی عمر میں ہی یہ وہ پوش پہن گئے بھی وجہ ہے کہ انہیں پردے میں رکھے ہوئے موتیوں سے تشبیہ دی گئی۔ گویا وہ بہت خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے کیونکہ وہ گناہوں سے معصوم رہے۔ اس تشبیہ سے یہ سکھایا ہے کہ گھر کے خادم اور خادمہ کو بھی پاک صاف

تہذیب کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم نے ایک بوڑھی عورت کے سوال پر کہا کہ جنت میں
 کوئی بوڑھی عورت نہ ہوگی اور وہ عنک ہوگی تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی بوڑھی عورتیں
 جنت میں ایک نئی پیدائش حاصل کر لیں گی۔ اس لئے ان پر بوڑھی کا لفظ صادق نہیں
 آئے گا۔ غرضیکہ جیسے مردوں کو خوبصورت عورتوں کا ساتھی بنا دیا جائے گا ویسے ہی عورتوں
 کو بھی خوبصورت مردوں کا جوڑا بنا دیا جائے گا۔ کیونکہ اعمال صالحہ کا بدلہ دونوں کو کیا
 دیا جائیگا۔ علاوہ انہی یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جنت کی عورتوں کے متعلق اللہ کا یہ
 ارشاد ہے کہ انہیں ابھی تک کسی مرد نے نہیں چھوا اسی طرح حضرت مریم کا قول اپنے
 متعلق ہے کہ مجھے ابھی تک کسی مرد نے نہیں چھوا آخر جنت کی عورتیں بھی جائزہ طور
 پر چھوٹی جائیں گی جیسا کہ حضرت مریم جائزہ طور پر چھوٹی گئی۔ کیونکہ عورت تو چھوٹے
 جانے کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔ نہ کہ ہمیشہ کنواری رہنے کے لئے *۔

رہم من تحت دل شائے لوگوں کی طرح نہ ہو جانا

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَلُ

وَدَسَّتْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ لَاحِدًا يَدْعُ مِنَ الْأُرْحَانِ

لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر لمبا زمانہ گزر گیا تو

ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نازمان ہیں ۵۶ آیت ۱۶)

نہ صرف یہودیوں کے بلکہ دوسرے اہل کتاب کے بھی دل عرصہ دراز گزرنے

کے بعد سخت ہو گئے تھے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ۵۷ آیت ۱۷)

پھر کنواری عورتوں کا ذکر ہونا ضروری ہے کیونکہ انہیں بھی عورتوں کی طرح جنت میں لے جایا جائے گا۔ اور یہ کہ یہ آیت ہی آسان اور کام
 ہے۔ چنانچہ شیخ جری میں لکھی یہ نہیں کہا گیا تھا کہ کنواری عورتوں کو جنت میں لے جایا جائے گا۔

إِلَىٰ أَمِيمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذُوا نُهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرُّوْنَ
 فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَ
 زَيَّنَّا لَهُمُ الشَّيْطَانَ فَاَكَانُوا يَعْتَادُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَحَمَلْنَا
 عَلَيْهِمُ الْيُوبَانَ كُلِّ نَفْسٍ طَحَّتْ إِذْ أَفْرَحُوا بِمَا آوَدُوهُ فَآخَذُوا نُهُم
 بَعْثَةً فَاِذْ هُمْ مُبْتَلَوْنَ ۝ فَفُطِنَ ذَا بَرِّ الْعَالَمِ الَّذِي فِي بَيْنِ يَدَيْهِ
 الْوُجُوهُ

بالعام ۷۵) اور بلاشبہ ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے تب ہم نے ان کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کریں تو جب ان پر بار غیب آیا کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے اُسے ان کے لئے خوبصورت دکھایا جو وہ کرتے تھے۔ سو جب انہوں نے اُسے چھوڑ دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب اس پر بہت خوش ہو گئے جو انہیں دیا گیا تھا ہم نے ان کو چانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہو گئے۔ یوں اس قوم کی بڑھکاوٹ دی جنہوں نے ظلم کیا۔ (آیت ۲ تا ۴۵) صاف ظاہر ہے کہ جو قوم اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے تکلیف، مصائب اور دکھوں میں مبتلا ہو جائے اگر وہ اس وقت بھی اللہ کی بارگاہ میں عاجزی، توبہ اور استغفار نہ کرے اور نہ اس کی طرف رجوع کرے اور نہ اپنی اصلاح کرے تو پھر سمجھ لیجئے کہ اُس قوم کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ جس کا علاج یہ بتلایا گیا ہے۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا

اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لَّا رَالِحًا بِهَا (۲)
 ، کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے
 لئے نرم ہو جائیں اور اس کے لئے (جو حق سے اترتا ہے) کیونکہ فرقان
 حمید دلوں کی سختی کو دور کر کے انہیں نرم بنا دیتا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہیں۔ لَوْ
 اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّدًا مَّا مَسَّنْ
 خَشْيَةَ اللَّهِ طرالحشر ع ۳) اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے
 اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دکھتا (۵۶ آیت ۲) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ
 الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِي تَشْجُرٌ مِنْهُ جُودٌ الَّذِي يَخْشَوْنَ
 رَبَّهُمْ جُودٌ تَلِيْنٌ جُودٌ هُمْ وَ قُلُوبُهُمْ رَالِي ذِكْرِ اللَّهِ طر الزمر ع ۳)
 اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے یعنی کتاب جس کی باتیں جلتی جلتی دوہرائی گئی
 ہیں اس سے ان لوگوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں
 پھر ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں (۳۹)
 اگر اس نسخہ پر بھی عمل نہ کیا گیا تو پھر پہلے لوگوں جیسا ہی برتاؤ کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ
 کا قانون ان میں رہا ہے جو پہلے گزر چکے اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی
 نہیں پائے گا۔ اس تشبیہ سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرتے
 رہیں اور اس کی طرف جھکتے رہیں اور قرآنی تعلیم پر عمل کرتے رہیں تاکہ دل سخت نہ ہونے
 پائیں ورنہ وہی حشر ہوگا۔ جو پہلی قوموں کا ہوا۔ کیونکہ مجرم قوم سے سزا نہیں ملتی۔
 سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ بُدِيْلًا (۵ الاحزاب ع ۸)

(۳۵) اللہ کو بھول جانے والوں کی طرح نہ ہو جانا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا آيَاتَهُ فَاتَّسَمَوْا بِهَا ذُرِّيَّةَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵۹ (الحشر ۳) اور ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے

اللہ کو بھلا دیا سو اس سے انہیں اپنا آپ بھلا دیا۔ یہی نافرمان ہیں۔ (۵۹ آیت ۱۹)

یعنی اللہ کو بھول جانا بڑا گناہ ہے نہ صرف یہودی بلکہ عیسائی بھی

اللہ کی نصیحت کو بھول گئے یہ آیت اس پر گواہ ہیں۔ وَ نَسُوا آيَاتَنَا الَّتِي

ذُكِّرُوا بِهَا فِي الْكِتٰبِ الَّذِي كُنَّا نُنزِلُ عَلَيْهِمْ لِيَتَذَكَّرُوْا اِنَّهُمْ لَمَّا كَانُوْا

حَصَّةً يَّهْمُوْنَ بِمَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِمْ مِنْ سَمٰوٰتٍ اُولٰٓئِكَ لَمَّا كَانُوْا

وَيَتَذَكَّرُوْنَ اِنَّهُمْ لَمَّا كَانُوْا اُمَّةً نَّاصِرَةً ۝۶۰ (الحشر ۳) اور ان سے

جو کہتے ہیں ہم نصرتی ہیں ہم نے ان سے عہد لیا مگر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے

جو ہمیں نصیحت کی گئی تھی۔ (۵ آیت ۱۲) اس لئے ان کی تشبیہ سے کہل

اسلام کہ آگاہ کیا گیا کہ ان کی طرح نہ ہو جانا کیونکہ اللہ کی نصیحت کو بھول جانے

کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا كُنُوْا

اَتَّخَذْنَا مِنَ الذّٰلِمِيْنَ اَعْيُنًا يَنْهَوْنَ عَنْ الشُّعْرِ ۝۶۱ (الحشر ۳) اور ان سے

لے لیا جو انہوں نے بھلا دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے ان کو بچا

لیا جو بری سے روکتے تھے اور جو ظالم تھے ان کو سخت عذاب میں پکڑ

لیا اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے (آیت ۱۶۵)

(۳۶) اللہ کی راہ میں صفت باندھ کر جنگ کرنے والوں کو مضبوط

دیوار سے تشبیہ دینا

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَهُمْ

بَنِيَانٍ مَّرْصُومِينَ (الصفا ۵) "اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس

کے رستے میں صفت باندھ کر جنگ کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ مضبوط دیوار ہیں"

(آیت ۴) چونکہ مومن اللہ کی راہ میں جنگ کر کے اپنے ایمان کا ثبوت دیتا

ہے اس لئے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے قول کو عمل میں لانے

کے لئے اپنی جان بھی حاضر کر دیتا ہے صاف ظاہر ہے کہ اپنے قول کا پورا کرنا ایسا

ہی دشوار ہے جیسا کہ صفت باندھ کر جنگ کرنا یہی وجہ ہے کہ قول و فعل کے برابر رکھنے

والوں کو مضبوط دیوار سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے دیوار اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے

اسی طرح وہ بھی اپنے قول پر قائم رہتے ہیں۔ اور اللہ کی خوشنودی حاصل کر لیتے

ہیں۔ اور جو لوگ اپنے قول و فعل کو برابر نہیں رکھتے انہیں رکھتے وہ اپنے آپ

کو اللہ کے غضب کا محل بنا لیتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا

عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصفا ۵) "اے لوگو!

جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک

یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں راہ آیت ۳۷) اس تشبیہ سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے قول کو عمل میں لائیں تاکہ دنیا میں عزت اور وقار سے رہ سکیں۔ اور اللہ کی رضا مندی بھی حاصل کر سکیں۔

زکریاؑ کے حواریوں کی طرح دین کے مددگار بن جانا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَصْرًا لِلَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ آمَنَ مِنِّي كَمَا آتَى اللَّهُ الْحَوَارِيِّينَ

آنصار اللہ (صفت ۲۴) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کے رسول

کے (مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰؑ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا اللہ کے

رستے میں کون میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار

ہیں راہ آیت ۱۱) آخر حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں کوئی تو خوبی کی بات تھی جس

کی مثال دے کر ایمانداروں کو اللہ کے دین کا مددگار بننے کا حکم دیا گیا۔ دراصل

بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ تم تمام دنیا میں جا کر

ساری مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو، اور مرقس ۱۶-۱۵) چنانچہ انہوں نے منادیا

کی اور بہت سی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ پھر اسی حکم کی تعمیل میں عیسائیوں نے

مقدس بائبل کا ترجمہ صد ہا زبانوں میں کر کے اسے دنیا کے کونے کونے تک

پہنچا دیا۔ مگر انوس بردارین اسلام خواب غفلت میں ہی پڑے رہے۔ حالانکہ

اہل اسلام کو قرآن حکیم کی تعلیم پھیلانے کے لئے عیسائیوں سے بڑھ چڑھ کر

لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ اُن کے لئے تو اللہ کا حکم ہے اور عیسائیوں کے لئے حضرت
 عیسیٰؑ کا۔ مگر عیسائیوں نے تو اُسے خدا کا ہی حکم سمجھا اور اپنے مذہب کی خوب
 تبلیغ کی۔ اور مسلمانوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو ایک انسانی حکم بھی نہ
 سمجھا اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے متہ موڑا۔ اب دونوں کی تبلیغ کا موازنہ کر کے
 دیکھ لیجئے کہ باطل عقائد کھنڈے والے تو تمام دنیا میں تبلیغ کر رہے ہیں اور صحیح عقائد کھنڈے والے اپنے
 گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ اور اتنی بھی تمہت نہیں کرتے کہ دنیا کو یہ بتلا سکیں کہ عیسائیوں کا ظلال
 عقیدہ باطل ہے۔ تاکہ لوگ باطل عقاید کو چھوڑ کر اسلام قبول کر سکیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے
 زور شور کے ساتھ لوگوں سے ایک تو یہہ منواتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ خدا
 رنعود باللہ جس کی اہل اسلام یہ کہہ کر کہ اُنہوں نے نہ عرت جانور بنا کے
 بلکہ جسمانی مردوں کو بھی زندہ کیا اُن کے باطل عقیدے کی تائید کر دیتے ہیں
 جس پر وہ عقائد یہ کہہ دیتے ہیں کہ خلق کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا خدا کی صفات میں سے
 ہیں۔ جن کا کسی نبی سے آج تک ظہور نہیں ہوا تھا کہ حضرت محمدؐ نے بھی کوئی جانور
 نہیں بنایا۔ اور نہ کسی مردہ کو زندہ کیا کیونکہ قرآن حکیم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں
 ملتا۔ اور دوسرے یہ منواتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے رنعود باللہ کیونکہ وہ
 روح القدس کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوئے تھے۔ جس کی مسلمان بجائے
 تردید کے یہ کہہ کر کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا تھا۔
 اُن کے باطل عقیدے کی تائید کر دیتے ہیں کیونکہ وہ بر ملا کہہ دیتے ہیں کہ جس نے حمل

کیا جیسا اسی کا۔ تو پھر اس وقت بردارانِ اسلام بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ دراصل یہ شرابی آباہ کی غلط تاویلات کے نتائج ہیں ایسے مسلمان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب ایک بیتا کی دو تین تاویلیں ہو سکتی ہیں تو پھر وہ تاویل کیوں کی جائے جس عیسائیوں کے باطل عقاید کی تائید ہو مگر اس کے سمجھنے کے لئے نہ صرف عالم بلکہ دماغ چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جس قوم کو اسپے مشرکانہ باطل عقاید پھیلانے کے لئے دنیا بھر کے مسلمانوں کی تائید مل جائے جیسا کہ وہ کیونکر اپنے مذہب کی اشاعت میں کامیاب نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ پادری صاحبان جو عیسائی مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں وہ ہر ملک اور ہر شہر میں پائے جاتے ہیں۔ مگر ہمارے مذہب کی راہ نما اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے گھروں سے بھی باہر نہیں نکلتے۔ اور اگر کہیں باہر نکلتے بھی ہیں۔ تو صرف مسلمانوں کو فروعی باتوں پر آپس میں لڑانے کے لئے یا دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کی تکفیر کے لئے یا مذہب کی اڑنے کر حکومت میں کوئی عہدہ لینے کے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان حضرت مریم اور مسیح کے متعلق موجودہ عقاید رکھتے ہوئے عیسائیوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے کیونکہ عیسائیوں کے بھی یہی عقاید ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان کا عیسائی ہو جانا تو بہت آسان مگر ایک عیسائی کا مسلمان ہو جانا بہت مشکل۔

(۳۸) پھلی والے کی طرح نہ ہو جانا

فَاَصْبِرْ وَرَبُّكَ رَبُّكَ وَكَاتُكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ مَرَاذُ تَادَا
وَهُوَ مَكْظُومٌ رَالْقَلَمِ ع ۲) سو اپنے رب کے حکم کا انتظار کر اور پھلی

یہ جو عیسائیوں کے باطل عقائد کو تقویت پہنچاتے ہیں

والے کی طرح نہ ہو جا جب اُس نے پکارا اور وہ رنج سے پھرا ہوا تھا (۶۸)۔
 حضرت یونسؑ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور اللہ کے حکم کا انتظار نہ
 کیا۔ گو پا جلد بازی سے کام لیا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَذَا النُّورِ
 اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ
 اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ رَافِعِيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا
 لَكَ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْعَمَمِ ۝ وَكَذٰلِكَ نُنَجِّي الْمَوْمِنِيْنَ ۝ (الانبیاء ۶۷)
 اور ذوالنور کو جب وہ قوم پہ ناراض ہو کر چلا گیا اس نے گمان کیا کہ
 ہم اس پر تنگی نہ کریں گے پس اُس نے مشکلات میں پکارا کہ تیرے سولے کوئی
 معبود نہیں تو پاک ہے میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں سو ہم نے
 اس کی رُعا، قبول کی اور اُسے عم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں
 کو نجات دیتے ہیں (آیت ۸۷ و ۸۸) اس تشبیہ سے جناب رسالتؐ
 کو یہ ہدایت کی گئی کہ حضرت یونس کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیں۔
 بلکہ اللہ کے حکم کا صبر سے انتظار کرے۔ جس سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیے۔
 (۳۹) آسمان کا پھٹنے کی طرح اور پہاڑوں کا اُون کی طرح ہو جانا
 يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمٰوٰتُ كَالسُّمُوْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝
 (المعارج ۷) جس دن آسمان پھٹنے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ اُون
 کی طرح ہو جائیں گے (آیت ۸ و ۹) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝
 (القارعة ۷)

اور پہاڑ دھنتی ہوئی اُدن کی طرح ہوں گے (۱۱ آیت ۵) یہ واقعات قیامت کے دن ہوں گے جب نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ گویا ایک عظیم الشان انقلاب ہوگا جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۵ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۶ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۷ (التکویر ۱) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تار چھڑ جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے (۸ آیت ۱۳) وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝۱۳ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۱۴ وَاِذَا الْجِبَالُ انْزَلَتْ ۝۱۵ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝۱۶ (التکویر ۱) اور جب آسمان کی کھال اُتاری جائے گی اور جب دوزخ پھڑکائی جائے گی اور جب بہشت قریب لائی جائے گی ہر شخص جان لے گا کہ کیا لایا ہے۔

(۸ آیت ۱۴) اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ کام کریں جو قیامت کے دن اُن کے کام آئیں تاکہ انہیں ندامت نہ اُٹھانی پڑے۔

(۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دیتا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا لَّا شَاهِدَ اَعْلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝۱۵ (المنزل ۱) ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا (۱۵ - ۱۴) اس آیت میں حضرت کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے قُلْ اَدْعَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللّٰهِ كَفًّا لَّمْ يَكُنْ بِهٖ شَهِدًا ۝۱۵

مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ قَامَنَ وَاسْتَكْبَرَ ثُمَّ طَرَفَ اللَّهُ لَهٗ
يَهْدِي الْعَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (الاحقاف ۷۱) کہہ کیا تم دیکھتے ہو اگر یہ اللہ
کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے
اپنے مثل رکھے آنے کی گواہی دی تھی سو اُس نے تو مانا اور تم تکبر کرتے ہو اللہ ظالم
لوگوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا (۲۶ آیت ۱۰) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک
یہودی حضرت موسیٰ کی مندرجہ ذیل پیشگوئی کے ماتحت آنحضرت پر ایمان لے آیا
کیونکہ یہ پیش گوئی عام طور پر یہودیوں میں مشہور تھی۔ جس کی تطبیق
لے کر کفار سے کہا گیا کہ ایک ہی اسرائیل تو ایمان لے آیا مگر تم رسول اللہ اور قرآن
کا انکار کرتے ہو۔ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی
بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اُس کی سننا میں اُن کے
لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کر دوں گا۔ اور اپنا کلام
اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ پیش اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔
استثناء ۱۸ آیت ۱۵ و ۱۸) اس تشبیہ سے یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں
نوائے محمد رسول اللہ کے کسی نبی نے حضرت موسیٰ جیسا نبی ہونے کا دعویٰ نہیں
کیا جیسے حضرت موسیٰؑ شریعت والے رسول تھے اسی طرح آنحضرتؐ بھی۔

(۲۱) نصیحت سے منہ پھیرنے والوں کو بلکہ کہوئے گدھے کی تشبیہ و تمثیل
فَدَاهُمْ عَنِ التَّذٰكِرٰتِ مُعْرِضِينَ ۝ كَاٰنَهُمْ حُمْرٌ مُّسْتَفْسِرَةٌ ۝

فَكَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ (المداثر ۲) پس انہیں کیا ہوا کہ وہ نصیحت سے
 منہ پھیرنے والے ہیں گویا کہ وہ دید کے سونے گدھے ہیں شیر سے بھاگ رہے ہیں یہ
 اس تشبیہ سے لوگوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ نصیحت کرنے والے سے ڈرنا نہیں چاہئے
 کیونکہ نصیحت فائدہ دیتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ قَدْ
 اِنْتَفَعَتِ الذَّاكِرَةُ ۝ سَيِّدًا كَرِيمًا ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى
 الَّذِي يَصُدُّ النَّارَ الْكُبْرَى ۝ (الاعلى ۱) سو نصیحت کرنا یہ نصیحت
 یقیناً نفع دیتی ہے وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو ڈرتا ہے اور بد نصیحت
 اس سے دور ہوتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہو گا (۸۷ تا ۱۳۰)
 (۴۲) لوگوں کا بکھرے ہوئے پر دانوں کی طرح ہو جانا
 يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْرَةِ ۝ (القارعة ۱)
 دن لوگ بکھرے ہوئے پر دانوں کی طرح ہوں گے (۱۱ آیت ۴) یہ
 قیامت کے دن کا ایک نظارہ ہے جب لوگ پریشانی کی حالت میں بھاگ
 رہے ہوں گے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ يَوْمَ مَنجُرُجُوْنَ ۝
 الْاَحْجَادِ ۝ يَسْرَاعًا ۝ كَاَنْهَمُ اِلَىٰ نَصِيْبٍ يُؤْفَضُوْنَ ۝ (المعارج ۱)
 ”اس دن وہ قبروں سے نکل پڑیں گے دوڑتے ہوئے گویا کہ وہ کسی نشان کی
 طرف دوڑے جا رہے ہیں (۱۱ آیت ۴) اس تشبیہ سے یہ بتلایا گیا ہے کہ جیسے
 پروانے روشنی کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح لوگ بھی اپنے نشانوں کی طرف دوڑیں گے

صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ایک عظیم الشان انقلاب ہوگا۔

۲۳۴) مسلمانوں کا پہلے حکمرانوں کی طرح حکمران بنایا جانا

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَكَانَ كَيْدَهُمْ

دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن آجِدَتِهِمْ

أُمَّمًا يُعِيدُ وَيُنشِئُ لَآيَشِي كُونٍ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ

ذٰلِكَ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور ۵۵) "اللہ نے تم میں سے ان

لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں

زمین میں حکمران بنائے گا جیسا انہیں حکمران بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان

کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کر دے گا۔ وہ میری عبادت

کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو

وہی نافرمان ہیں ۲۴ آیت ۱۵۵ جب تک اہل اسلام ایمان دار رہ کر نیک

کام کرتے رہے تب تک وہ حکمران ہی ہے گویا خدا کا وعدہ پورا ہوتا رہا کیونکہ اس

آیت کے مصداق ہے وَلَا يَهْدُوا قَوْمًا يَمُوتُونَ وَلَا يَأْتِيهِمُ الْوَعْدُ الْآخِرُونَ

كُنْتُمْ مِّنْهُمْ ۚ وَمَنْ يَفْضَلْ عَلَىٰ قَوْمٍ مَّا يَشَاءُونَ وَيُؤْتِيهِم مَّا يُنْتَفَخُونَ

اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو ۲۳ آیت ۱۳۸ مگر جب ایمان میں نقص

پیدا ہو گیا۔ اور اعمال صالحہ کی طرف پینداں توجیہ نہ رہی تو پھر سلطنت بھی

بہ۔ اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا۔

چھن گئی دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ جب تک اہل اسلام غیر مسلموں کے مقابلے پر علم و ہنر اور سائنس میں ترقی پر پہنچے یہ حکمران ہی ہے مگر جب غیر مسلم علم و ہنر اور سائنس میں ترقی کر کے مسلمانوں پر فوقیت پانے لگے تو پھر اہل نصاریٰ کی ملکی اور مذہبی سیاست اسلامی مالک پر چھا گئی اور مسلمان یہ کہتے یہ مجبور ہو گئے۔ ملک و دین بہارا۔ مگر علیہ اہل نصاریٰ۔ چنانچہ اب مسلمان اپنی سیاست اور ریاست گنوا کر ایسی جمود کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں کہ بجائے ترقی کے دن بہ دن تنزل کی طرف جا رہے ہیں اور آہستہ آہستہ ناگفتہ بہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ صرف یہود و نصاریٰ بلکہ ہندو بھی مسلمانوں کو پیٹ رہے ہیں۔ آخر یہ کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ برادران اسلام نے قرآنی آیات اور احادیث سے غلط نتائج نکال کر دوسری قوموں کے راہ رسم اور عقائد کو اسلام میں داخل کر لیا۔ مثلاً ہندو عورتوں کے گھونٹ کی رسم کے ماتحت مسلم خواتین کو اپنے پہرے باہر ڈھانک کر رکھنا سکھا دیا۔ اور یہودیوں کے رواج کے ماتحت مسلم خواتین کو مسجدوں میں نہانے پڑھنے سے روک دیا۔ اور عیسائیوں کے مندرجہ ذیل عقائد کو اختیار کر لیا۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق عام عیسائیوں کے عقائد	حضرت عیسیٰ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد
۱۔ حضرت عیسیٰ کی والدہ مکرمہ	۱۔ حضرت عیسیٰ کی والدہ مکرمہ
۲۔ تمام عمر کنواری رہیں	۲۔ تمام عمر کنواری رہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے
 (۳) حضرت عیسیٰؑ اللہ کا معجزہ تھے۔
 (۴) حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تھے۔
 (۵) حضرت عیسیٰؑ نے جہاننی مرنے زندہ کئے
 (۶) حضرت عیسیٰؑ نے چمکا در اور دیگر
 پرندے بنائے۔

(۷) حضرت عیسیٰؑ کو علم غیب تھا۔
 (۸) حضرت عیسیٰؑ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے
 گئے۔

(۹) حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے
 (۱۰) حضرت عیسیٰؑ دنیا کے آخری مصلح
 ہوں گے۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے
 (۳) حضرت عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا تھے
 (۴) حضرت عیسیٰؑ خدا تھے۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ نے جہاننی مرنے زندہ کئے
 (۶) حضرت عیسیٰؑ خالق تھے

(۷) حضرت عیسیٰؑ کو غیب کا علم تھا۔
 (۸) حضرت عیسیٰؑ زندہ ہو کر آسمان پر
 اٹھائے گئے۔

(۹) حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے
 (۱۰) حضرت عیسیٰؑ دنیا کے آخری مصلح
 ہوں گے۔

مذکورہ بالا عقائد کی بنیاد عیسائیوں نے اپنی مقدس کتاب انجیل پر رکھی ہوئی
 ہے جس کی نسبت اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب نہ صرف محرف بلکہ اس میں
 بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں لہذا یہ قابل اعتبار نہیں مگر دوسری طرف خود
 اپنے اہمی عقائد کی بنیاد بھی قرآن کریم پر رکھتے ہیں حالانکہ یہ محرف نہیں کیونکہ
 اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے

یہ حقیقتاً یہ عقائد عیسائیوں میں اشاعت اسلام کی راہ میں بڑی سخت روکاوت کا باعث ہیں۔ چنانچہ
 ایسے عقائد رکھنے والے مسلمان عیسائیوں میں کوئی تبلیغ نہ کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ عیسائی
 دہل سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔

عیسائی جو کئی صدیوں سے مسلمانوں سے پہلے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ جھوٹے ہو سکتے ہیں اور انجیل کیونکہ محرف ہو سکتی ہے۔ جبکہ اہل اسلام بھی حضرت مریم اور حضرت مسیح کے متعلق وہی عقائد رکھتے ہیں جو عیسائیوں کے ہیں صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کے عقاید کی نقل کی ہے۔ ورنہ محرف اور غیر محرف کتاب کی تعلیم ان عقاید کے متعلق کبھی بھی یکساں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عیسائیوں کا یہ اعتراف ہے کہ قرآن

(۴۴) انجیل کے اونے درجہ کے کاموں کا بلند درجہ کے کاموں کے برابر نہ ہوتا
 اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّرِ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَاَهْدٰ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (التوبہ ع ۳) "کیا تم نے چلوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد کرنا اسی طرح ٹھیرا یا ہے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے ہاں وہ برابر نہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (آیت ۱۹) اس تشبیہ سے اہل اسلام کو یہ سکھایا گیا ہے کہ نسلی کے اونے درجہ کے کام اعلیٰ درجہ کے کام کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ بلند رتبہ کے کام کرنے سے ہی قوم میں زندگی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اپنا ہڈ پڑتا ہے کہ عموماً مسلمان وہ کام نہیں کرتے جن سے قوم ترقی کی راہ پاسکے

بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ اُمت روایات میں کھو گئی

پڑھنا پھر رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ تم ضرور ان کے راستوں پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے یعنی یہود۔ نصاریٰ۔ خارجی اور رومی لوگوں کے بخارا

مسلمانوں میں فرقہ بندی کے وجوہات

مسلمانوں میں فرقہ بندی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان میں بہت سی ذاتیں ہیں جن پر وہ بڑا متحرک رہے ہیں مگر اسلام کی تعلیم سے قطعاً نا آشنا ہوتے ہیں۔ بقول اقبال مرحوم فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں واقع ہیں کیا زمانہ میں چہنپنے کی یہی باتیں ہیں یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو قباہت بھی ہو تم سبھی کچھ ہو تباہ تو مسلمان بھی ہو وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنر یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرابا نہیں یہود دوسری پسند بھی آج سماں کا فردعی اختلافات کی بنا پر کفر کے فتوے دیکر برادران اسلام کا فر ٹھہرانا۔ اوسان کو آپس میں لڑانا اوسان میں بھوٹ ڈالنا۔ بقول کسے :-

مذہب کی آبرو اہل مذہب پر باد کرتے ہیں
 فرقہ بندی کی جو اتیرے گلستاں میں چلی
 تیسری وجہ فردعی مسائل میں سمجھتیاں نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا نہ صرف ایک دوسرے کا حسرت کی نظر سے دیکھنا بلکہ آپس میں دشمنی رکھنا۔ بقول حالی :-

دشمنی میں اور حسرتی میں ہوا الفت
 نہ نعمانی و شائقی میں ہوا ملت
 وہاں سے صوفی کی کم ہونہ نصرت
 مستقلہ کرے نامقلد پر لعنت
 ہے اہل قباہت میں جنگ الہی باہم
 کہ دین خدا پر ہنسے سارے عالم

لے ایوں سے مراد مولیٰ ہیں :-

قوم مسلم کے لئے سریندی لازمی ہو شندی راہنما از فرقہ بندی لازمی
 ۱۹۴۵ء کے اشتہار کی نقل

اشتہار واجب الاظہار

چونکہ اہل اسلام کی باہمی فرقہ بندی اور کفر سازی نے مسلمانوں کی قربت اتحاد کو
 مٹا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان میں کسی بات میں بھی اتحاد نہیں پایا جاتا جو ہر
 منزل کا باعث ہے۔ لہذا اس فرقہ بندی سے بیزاری ہو کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ تو
 میں قادریاں اور لاہوری اور نہ اہل حدیث اور نہ کسی ایسی جماعت سے تعلق رکھتا
 ہوں جو کلمہ گو برادران اسلام کی کفریہ فکر کے انہیں اسلام سے خارج سمجھتی ہو اور انہیں
 عطا کردہ نام (ہو مسلمان) (مسلمان) اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا (حج ما) کو چھوڑ کر
 کوئی الگ نام رکھتی ہو۔ اس لئے برادران اسلام سے التماس ہے کہ مسلمان ہی کہلائی اور
 مسلمان ہی رہیں اور مسلمان ہی میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران) اسے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو
 کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور تم نہ مرد مگر ایسی حالت میں کہ تم مشرک ہو

شمس منزل مصری شاہ لاہور

در مطبع کو اہدیت پبلس لاہور ماہنامہ منبر شریعت طبع ہوا کہ شمس الدین نے شائع کیا

اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں
 ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔
 تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (۲۹۰ آیت ۲۹۱)

مثال قرآن و شہادت قرآن

جس میں قرآن حکیم کی وہ مثالیں اور تشبیہیں جو لوگوں کے سمجھانے کے لئے
 صادر ہو کر کلام الہی میں بیان کی گئی ہیں۔ مختلف مقامات سے چن کر اور
 حوالہ کے لحاظ سے عنوان قائم کر کے مع ترجمہ اور تفسیری نوٹوں
 کے ساتھ جمع کی گئی ہیں تاکہ پڑھنے والوں سے فائدہ اٹھا کر
 نصیحت حاصل کریں۔

میرٹھہ
 پرنسز اور سنس الذہن
 مؤلف

نصاب و نصاب کے مطابق قرآن کی آیتیں اور کام کی باتیں۔
 قرآن مجید کی وہ آیتیں جو کہ تہذیب و تمدن کے لئے
 قیمتی ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ